ذی القعدہ

۱۴۴۲ھ

پاسبانِ مسلکِ اعلیٰ حضرت، ترجمانِ فکرِ رضا

ماہنامہ

# جامعۃ الرضا

بریلی شریف

منجانب: اساتذۂ کرام مرکز الدراسات الاسلامیۃ جامعۃ الرضا

زیر اہتمام

امام احمد رضا ٹرسٹ

ای میل- jamiaturraza@gmail.com

ویب سائٹ- www.cisjamiturraza.ac.in

۸۲ سوداگران، بریلی شریف، یوپی- 243003

اس ماہنامہ کو جامعۃ الرضا کے آئی ٹی سیل نے کمپوزنگ اور ڈیزائننگ کر کے شائع کیا

# فہرست مشمولات



□□□□

# نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

از: حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ

آنکھیں رو رو کے سُجانے والے
جانے والے نہیں آنے والے

سن لیں اَعدا! میں بگڑنے کا نہیں
وہ سلامت ہیں بنانے والے

آنکھیں کچھ کہتی ہیں تجھ سے پیغام
او درِ یار کے جانے والے

پھر نہ کروٹ لی مدینے کی طرف
ارے چل جھوٹے بہانے والے

نفس! میں خاک ہوا تو نہ مٹا
ہے مِری جان کے کھانے والے

جیتے کیا دیکھ کے ہیں اے حورو!
طیبہ سے خُلد میں آنے والے

حُسن تیرا سا نہ دیکھا نہ سُنا
کہتے ہیں اگلے زمانے والے

ہو گیا دَھک سے کلیجا میرا
ہائے رخصت کی سنانے والے

خلق تو کیا کہ ہیں خالق کو عزیز
کچھ عجب بھاتے ہیں بھانے والے

کیوں رضؔا آج گلی سونی ہے
اُٹھ مِرے دھوم مچانے والے

# منقبت در شان تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ

از: مولانا سلمان فریدیؔ

تاروں میں چمکتا چاند، اور ظلمت میں تنویر
ایسے تھے ہمارے پیر!
سورج کی طرح روشن، سچائی کی اک تصویر
ایسے تھے ہمارے پیر!

دریاؤں کے جیسا تھا، چلنے کا ہنر اُن میں
کر پائی نہ قید اُن کو، راہوں کی کوئی زنجیر
ایسے تھے ہمارے پیر!

"اختر" کی تجلی پر "ازہر" بھی ہوا نازاں
کعبے کے بنے مہماں، اور خوب ہوئی توقیر
ایسے تھے ہمارے پیر

کردار ہے نوری کا اور شان رضا کی ہے
وہ ذات گرامی ہے دونوں کی حسیں تفسیر
ایسے تھے ہمارے پیر

جب تاجِ شریعت کی، رحلت کی خبر آئی
ہر جاں پہ گری بجلی، ہر دل کو لگا اک تیر
ایسے تھے ہمارے پیر

بگڑی ہوئی بنتی ہے، تقدیر سنورتی ہے
ہر رنج میں ہے اب بھی، وہ چشمِ کرم اِکسیر
ایسے تھے ہمارے پیر

جلوہ شہِ عسجد کا،، یارب یوں ہی روشن رکھ
ہے صورتِ عسجد میں، مرشد کی حسیں تصویر
ایسے تھے ہمارے پیر

گر اُن سے محبت ہے، تو اُن کی اطاعت کر
سیرت پہ فریدی چل! بس یوں ہی نہ کر تشہیر
ایسے تھے ہمارے پیر

# محفل انجم میں اختؔر دوسرا ملتا نہیں!

از: محمد شکیل بریلوی، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

یقیناً اس عالم رنگ و بو میں ایسی انگنت شخصیات نے جنم لیا جن کا وجود عالم کے لئے عظیم سرمایہ ہے اور وہ اپنی حیات مستعار میں حتی المقدور عالم کو فیض رسانی کا کام کرتے رہیں مگر ان میں سے اکثر کی فیض رسانی کسی مخصوص خطے کے لئے یا کسی مخصوص شعبہ حیات میں ہوتی تھی اور ان سے اکتساب فیض بھی کچھ مخصوص شعبوں کے افراد ہی کر سکتے تھے، خانقاہی نظام میں عالمی خدمات انجام دینے والی شخصیات سے اکتساب فیض خانقاہ سے وابستہ حضرات ہی کرتے ہیں علم ظاہری کی تشنگی رکھنے والا حلقہ ان اہل اللہ کی خانقاہوں سے بے دریغ اکتساب فیض کرنے میں ثانوی حیثیت رکھتا ہے یوں ہی جو شخصیات علم ظاہری کی تشنگی رکھنے والے حضرات کی تشنہ لبی دور کرتی ہیں ان حضرات کی درس گاہوں سے علم باطنی کی تشنگی بجھنا دور کی کوڑی سمجھی جاتی ہے علم ظاہری میں بھی اگر کوئی ذات فقہ وافتا سے وابستگی اور اس میں ید طولیٰ رکھتی ہے تو کما حقہ سیرابی ایسے ہی تشنہ لبوں کی ہوتی ہے حدیث وتفسیر سے شغف رکھنے والی شخصیات اسی شعبے کے طالبان علوم ومعرفت کے اکتساب فیض کا مرکز ہوتی ہیں مگر اسی زمین کے اوپر اسی آسمان کے نیچے اللہ رب العزت نے ایسی شخصیات کو بھی پیدا فرمایا جن کا وجود کسی خاص خطے یا خاص شعبے کے افراد کے لئے مرکز فیض نہیں ہوتا بلکہ ان سے ہر شعبے اور خطے کے افراد اپنی ظاہری و باطنی علمی وروحانی ہر طرح کی تشنگی بجھاتے ہیں، یہی ذوات قدسیہ افق عالم پر ماہ ونجوم بن کر چمکتی ہیں۔ بر صغیر میں امام اہل سنت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے خانوادے کے افراد کا شمار انہی ماہ ونجوم میں ہوتا ہے۔

خانوادہ رضویہ کے اصول وفروع میں ایسی متنوع الجہات شخصیات ہر دور میں رہی ہیں جو بیک وقت شریعت وطریقت دونوں کی جامع ہیں اور علم ظاہری و باطنی ہر طرح کی تشنگی کو دور کرتی رہی ہیں اور علم ظاہری میں فقہ وافتا حدیث وتفسیر عقائد و کلام اور علم باطنی میں سلوک وتصوف وغیرہا گوناگوں علوم وفنون میں اکناف عالم سے رجوع کرنے والے طالبان علوم ومعرفت کی علمی ضرورتوں کو پورا کرتی رہی ہیں اس سلسلۃ الذہب میں جہاں امام اہل سنت کے آبا واجداد سرفہرست ہیں وہیں آپ کے شہزادگان ونبیرگان بھی مرجع خلائق رہے ہیں۔

امام اہل سنت کے جد کریم حضرت علامہ رضا علی خاں علیہ الرحمۃ جہاں دین وسنیت کی حمایت ونصرت میں سرگرم عمل رہے وہیں ملک سے وفاداری اور غیر محفوظ ہاتھوں سے آزاد کرانے کی خاطر تن کے گوروں من کے کالوں سے محاذ آرائی میں صف اول میں نظر آئے، جد کریم کے بعد والد گرامی نے بھی اپنی حیات مبارکہ میں دین وسنیت کی وہ گراں قدر خدمات انجام دیں جو تاریخ اسلام میں آب زر سے لکھی ہوئی ہیں جن میں سب سے نمایاں خدمت چودھویں صدی کے عظیم مجدد امام اہل سنت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی تربیت اور شخصیت سازی ہے جن کی علمی ضیا باریوں اور عشق نبی کی سرمستیوں سے بے شمار گم گشتگان راہ کو راہ حق ملی اور فتنہ پرور باطل کی سرکوبی ہوئی اور ان کے فیضان علم سے عالم مستفیض ہو رہا ہے اور صبح قیامت تک ہوتا رہے گا نیز خلق خدا کو عشق رسول کا وہ جام پلایا جس کا خمار ان کی آنکھوں میں ہمیشہ رہے گا، مجدد اعظم امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد آپ کی علمی وعملی وراثت کو آپ کے شہزادگان حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم ہند علیہما الرحمۃ والرضوان نے بخوبی سنبھالا، شہزادگان کے بعد نبیرگان میں ماضی قریب میں جس ذات نے امام اہل

سنت کی علمی وراثت اور خاندانی امانت کو سنبھالا اور سچی جانشینی کا حق ادا کیا ان میں حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان کالشّمس بین النجوم ہیں۔

۱۹۴۳ء میں اس عالم رنگ و بو میں قدم رکھنے والے حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمۃ تاریخ اسلام کی اس عبقری شخصیت کا نام ہے جس نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے تمام شعبہائے حیات میں عالمی پیمانے پر خدمت دین متین اور خلق خدا کی ہر طرح کی حاجت روائی کی چاہے وہ حاجتیں سلوک وطریقت کی ہوں یا علوم وشریعت کی، تبلیغی اسفار ہوں یا دولت کدہ ناز پر قیام، خلق خدا کا پروانہ وار اس شمع منور رہ نجات کی طرف کشاں کشاں آنا اور حاجت برآری کے بعد بصد امتنان وتشکر واپس ہونا اس کا واضح ثبوت ہے اور یہ مراد طلبی ورجوع صرف عوام کی ہی نہیں بلکہ خواص بلکہ اخص الخواص کی جانب سے بھی ہوتی اور یہ دائرہ طلب فقط ارادت تک ہی محدود نہ ہوتا بلکہ بیعت وارادت سلوک ومعرفت کے علاوہ دینی وعلمی فقہی و تحقیقی ودیگر امور تک وسیع ہوتا، سلسلہ بیعت وارادت میں بے شمار عقیدت کیشوں کو سرکار غوثیت کے دامن کرم سے وابستہ کرکے "مریدی لاتخف" کی تسلی غوثیت کے مژدے سے شادکام فرمایا وہیں علم وتحقیق کے میدان میں حق پسندوں کے یہاں آپ کی تحقیق دور حاضر میں حرف آخر تھی شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے فقہی سیمیناروں میں ہر دیدہ عبرت نگاہ نے بارہا یہ مشاہدہ کیا کہ اصحاب فکر وتحقیق جب اپنی فکری جولانیوں سے تھک ہارتے اور بصد شوق ان کی چشم تمنا حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی تحقیق کی منتظر ہوتی تو آپ اس مسئلے پر ایسی تحقیق پیش فرماتے کہ آپ کی چند لمحات کی گفتگو ارباب دانش کے لئے حق وصواب کی راہ ہموار کردیتی اور گھنٹوں کی بحث وتمحیص لمحوں میں مقصد سے ہمکنار ہوتی۔ آپ کے علم وتحقیق کی یہ جولانیاں اور فکری پرواز کسی خاص فن کے ساتھ مختص نہ تھیں بلکہ جملہ مروجہ علوم وفنون پر آپ کو یکساں دسترس تھی، فقہ وافتا کے حوالے سے آپ کی ذات کو سمجھنے کے لئے آپ کے تحقیقی فتاویٰ کا مجموعہ "فتاویٰ تاج الشریعہ" حق پسندوں کو دعوت مطالعہ وفیصلہ دیتا ہے علم حدیث میں آپ کے ید طولیٰ کے شواہد مجموعہ دروس بخاری بنام "منحۃ الباری فی حل احادیث البخاری" ودیگر متعدد تحقیقات احادیث مثلاً حدیث افتراق امت واصحابی کالنجوم وغیرہ ہیں، تبلیغ دین کے تینوں موثر ذرائع تقریر، تحریر وتدریس سے آپ نے اشاعت حق کا فریضہ انجام دیا ضعف ونقاہت سے قبل آپ نے ملکی وغیر ملکی اسفار میں تحقیقی خطابات اور یادگار اعلیٰ حضرت جامعہ رضویہ منظر اسلام کے مسند تدریس سے طالبان علوم نبویہ کی علمی تشنگی کو بجھا کر نیز اپنی عمر عزیز کے آخری حصے میں بھی قرطاس وقلم کے ذریعے دین حق کی اشاعت کی، جہاں ایک طرف ملی و سماجی خدمات کے لئے امام اہل سنت کی قائم فرمودہ تنظیم جماعت رضائے مصطفی ودیگر متعدد تنظیموں کی سرپرستی فرمائی وہیں دوسری طرف علوم نبویہ کی شعاعوں کے ذریعے دین وسنیت کی حفاظت کے لئے شہر محبت بریلی شریف میں ایک عظیم قلعہ بنام مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا قائم فرمایا۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کی ذات جمال ظاہری اور کمال باطنی دونوں میں "خیارکم الذین اذا رؤو ذکر اللہ" کی سچی آئینہ دار ہے جمال ظاہری کا عالم یہ کہ جہاں جلوہ فرما ہوتے رخ زیبا مثل آفتاب نیم روز روشن ہوتا اور کتنے ہی راہ حق کے متلاشی محض جمال جہاں آرا دیکھ کر ہی منزل مقصود تک پہونچے اور کمال باطنی یہ کہ آپ کی ذات شریعت وطریقت دونوں میں معیار حق وصداقت تھی تصلب دینی اور شریعت پر استقامت میں جد کریم حضور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کا مظہر اتم تھے، حق گوئی وبے باکی آپ کا طرہ امتیاز تھا خلاف شرع کسی بھی امر کی مذمت میں بے دریغ صدائے حق بلند کرتے، ۲۰۱۷ء میں جب صوبائی حکومت نے یوم جمہوریہ

اور یوم آزادی کے موقع پر مدارس اسلامیہ میں بھی نام نہاد قومی ترانہ کو لازمی قرار دیا اور اس کی ویڈیو گرافی کا ہٹلری فرمان جاری کیا تو اس وقت مشاورتی نشست میں دولت کدہ ناز پر حاضر اصحاب فکر وفن "سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے" کی فکر رکھ کر رخصت و جواز کے پہلوؤں پر غور کرتے ہوئے یوں گویا ہوئے کہ اگر حکومت وقت کا ہٹلری فرمان نہ مانا گیا تو مدارس اسلامیہ کا وجود ہی خطرے میں آجائے گا لہٰذا اس پر بھی سنجیدگی سے غور کرلیا جائے اتنا سنتے ہی حضور تاج الشریعہ کی حمیت دینی نے برجستہ فرمایا کہ ایسے مدارس کے وجود سے بھی کیا فائدہ جہاں دین کی حفاظت نہ ہو سکے، بعدہ اس مردحق آگاہ نے شریعت کی حفاظت وصیانت میں جو حکم صادر فرمایا اس سے زمانہ باخبر ہے۔ایسے متعدد مواقع آئے جہاں خلاف شرع حکومتی فرامین کے خلاف یا کسی دنیوی اثر ورسوخ والے شخص کی خلاف شرع شرانگیزیوں سے سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان وعقیدے کی حفاظت وصیانت کے لئے حضور تاج الشریعہ کی آواز معیار حق وصداقت بن کر عالم میں گونجی، اور اٹھنے والے ہر ایک فتنے کی بروقت سرکوبی فرمائی۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے استقامت علی الدین کی نظیر لانے سے آج زمانہ قاصر ہے، ذاتی مخالفت پر کبھی کان نہیں دھرا اور شریعت کی مخالفت پر گرفت واصلاح کرنے میں چاہے اپنا ہو یا پرایا کوئی رعایت نہ برتی، اسی سبب سے چہ جائے کہ اغیار بعض احباب بھی اس تصلب دینی کو تشدد سے تعبیر کرتے، معاملہ رخصت میں ہمیشہ "**الضرورات تتقدر بقدرھا**" پر سختی سے کاربند رہے اور اپنے قول وعمل سے حتی الامکان اسلاف کی اتباع میں ہی نجات کا درس تاحین حیات دیتے رہے،اور خاندانی وراثت عشق رسول کا جام جو اپنے اجداد کرام سے نوش فرمایا اپنی تحریر وتقریر نظم و نثر کے ذریعے تشنہ لبوں کو پلاتے رہے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نسبی شرافت ونجابت کے علاوہ اپنی عظیم دینی خدمات کے باعث عرب وعجم ایشیا ویورپ سب میں یکساں متعارف ہوئے ،دار فانی سے کوچ کرنے کے بعد اکناف عالم سے آئے ہوئے تعزیتی پیغامات اس کے شاہد ہیں، تبلیغی اسفار کے علاوہ آپ کی تحقیقات یا تحقیقات کے عربی و انگیزی تراجم نے بھی آپ کی شخصیت کو متعارف کرانے میں کلیدی رول ادا کیا،عرب دنیا کے تبلیغی اسفار میں علما کے ساتھ علمی مذاکرے میں متعدد مسائل سے متعلق آپ کی تحقیق کا مطالبہ ہوا جس کا بروقت اختصار کے ساتھ جواب دیا اور گھر واپسی کے بعد اس عنوان پر مبسوط تحقیقی مقالہ سپرد قرطاس کرکے سائل تک ارسال فرمایا "**نہایۃ الزین فی التخفیف عن ابی لھب یوم الاثنین**" اور "**تحقیق ان ابا ابراھیم تارح لا آزر**" وغیرہ جیسی فقید المثال تحقیقات انہیں تقاضوں کا نتیجہ ہیں۔آپ کی علمی جلالت ہی کو دیکھ کر بہت سے علمائے عرب نے حدیث وفقہ وغیرہ میں شرف تلمذ حاصل کیا اور اجازتیں طلب کیں۔

عیسوی کلینڈر سے اپنی عمر عزیز کی تقریبا ۷۵ بہاریں دیکھ کر یہ دین وسنیت کا نقیب ،علم کا درشہوار اور فکر وفن کا شہسوار کروڑوں عقیدت کیشوں کو داغ مفارقت دے کر ۶/ ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰/ جولائی ۲۰۱۸ء عید ہفت روزہ کے دن عین نماز مغرب کے وقت مالک حقیقی سے جاملا۔ آج حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی شخصیت اگر چہ وجود ظاہری کے ساتھ ہمارے درمیان موجود نہیں تاہم آپ کے علمی وتحقیقی کارنامے آپ کو ہمیشہ اہل سنت کی انجمن میں باقی رکھیں گے اور ہر حق جو وحق گو کو سند اعتبار بخشیں گے۔

بارگاہ رب العزت میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ کے علمی و روحانی فیضان سے ہم سبھی اہل سنت وجماعت کو مستفیض فرمائے۔آمین بجاہ حبیبہ النبی الکریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم۔

□□□

# تقلید شخصی قرآن وسنت کی روشنی میں

از: محمد شہزاد عالم، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

## حامدا و مصلیا و مسلما

تمام خوبیاں اس ذات بابرکات خالق کائنات کے لئے جس نے ہمیں حق وصواب کی راہ دکھائی، محنت ومشقت اور تکلیف شاق سے بچا کر علم وادراک کے شاہکار، زہد وتقویٰ کے علمبردار، فقہ وافتا اور حدیث وتفسیر کے بحر ذخار حضرات علمائے مجتہدین کی تقلید کا تمغہ عطا فرمایا اور گم گشتگانِ راہِ صواب کی اقتدا سے بچایا۔

عالمی مذاہب وادیان اور گمراہ وبددین جماعتوں سے آگہی رکھنے والے افراد بخوبی جانتے ہیں کہ تقلید ائمہ کا شد ومد سے رد کرنا، مذاہب اربعہ کو چوراہا بتانا، سچے پکے مسلمانوں کو مشرک بنانا اور بزعم خویش قرآن وحدیث کی سمجھ کا دعوۂ بے سود کرنا، وہابی جماعت کا طرۂ امتیاز ہے کیونکہ اس بحر ناپیدا کنار سے آبدار موتی نکالنا ہر کس وناکس کے بس میں نہیں بلکہ اس ذمہ داری سے وہی سبکدوش ہوسکتا ہے جو نقد رجال، ثقہ وضعیف کے مابین امتیاز، صحیح وحسن، باطل وساقط، معضل ومقطوع، مرسل ومتصل کا علم، صحاح ومسانید جوامع ومعاجیم کی معرفت، احادیث کے تعددِ طرق، تنوع الفاظ، علل خفیہ وغوامض دقیقہ سے کامل واقفیت رکھتا ہو، اس کے علاوہ اور بھی بہت سارے علوم کا ادراک درکار ہے جس کی تفصیل کا یہ مقام نہیں۔ تقلید شخصی کا رواج باثواب چند سالوں کی پیداوار نہیں بلکہ یہ سلسلہ صدیوں سے چلا آرہا ہے اور مقلدین کی جماعت میں عامۂ مومنین کے ساتھ محبوبان حضرت عزت، اراکین امت، اساطین ملت، حاملین شریعت اور کملائے طریقت بھی شامل ہیں۔

دعویٰ بلا دلیل کے طعن سے گریزاں اور مدعیٰ کو دلیل سے مزین کرنے میں کوشاں راقم بے بضاعت سند قوی نذر قارئین کرتا ہے۔

☐ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی گراں قدر تصنیف لطیف "الانصاف" میں لکھتے ہیں:

"بعد المأتين ظهر بينهم التمذهب للمجتهدين باعيانهم وقل من كان لا يعتمد علی مذهب مجتهد بعينه" یعنی دو صدی کے بعد مسلمانوں میں تقلید شخصی نے ظہور کیا، کسی امام معین کے مذہب کو اختیار نہ کرنے والے افراد کم ہی ہیں۔

☐ حضرت امام عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی مقبول انام کتاب "میزان الشریعۃ الکبریٰ" میں رقم فرماتے ہیں:

"يجب على المقلد العمل بالارجح من القولين فی مذهبه ما دام لم يصل الی معرفة هٰذه الميزان من طريق الذوق والكشف كما عليه عمل الناس فی كل عصر بخلاف ما اذا وصل الی مقام الذوق ورأى جميع اقوال العلماء وبحور علومهم تنفجر من عين الشريعة تبتدی منها وتنتهی اليها فان مثل هٰذا لا يؤمر بالتعبد بمذهب معين لشهوده تساوی المذاهب فی الأخذ من عين الشريعة" (ج۱، ص۱۱)

یعنی مقلد پر مذہب کے راجح ترین قول پر عمل کرنا ضروری ہے جب تک وہ بطریق ذوق وکشف میزان شریعت کی معرفت حاصل نہ کرلے۔ چونکہ جب وہ مقام ذوق پر فائز ہوکر علمائے اجتہاد کے جملہ اقوال اور اُن کے علوم ومعارف کے بحر ذخار (جو عین شریعت سے پھوٹتے ہیں) کا مشاہدہ کرے گا تو اس کو کسی مذہب معین کا پابند نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس کی نظر میں تمام مذاہب عین شریعت سے اکتساب کرنے میں یکساں ہیں۔

تقلید کے دو معنیٰ ہیں: ایک معنی لغوی اور دوسرا معنی شرعی۔

لغت میں تقلید قلادہ در گردن بستن سے عبارت ہے یعنی گلے میں ہار یا پٹہ ڈالنا، جبکہ شریعت میں تقلید کہتے ہیں کسی کے قول وفعل کو اپنے اوپر شرعی طور سے لازم جاننا اور یہ سمجھنا کہ اس کا کلام اور اس کا کام ہمارے لئے حجت شرعی ہے۔ حاشیہ حسامی باب متابعۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۸۶ پر شرح مختصر المنار سے منقول ہے:

"التقلید اتباع الرجل غیرہ فیما سمعه یقول أو فی فعله علی زعم انه محقق بلانظر فی الدلیل"

یہی عبارت نور الانوار بحث تقلید میں بھی مرقوم ہے جس کا واضح مطلب ہے کسی شخص کا غیر کی پیروی کرنا قول یا فعل میں یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ اہل تحقیق میں سے ہے، دلیل میں غور وخوض کیے بغیر۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ تقلید جملہ مسائل دینیہ میں نہیں کی جاتی ہے بلکہ اس جگہ قدرے تفصیل ہے اور وہ یہ کہ شرعی مسائل تین قسم کے ہیں: (۱) عقائد، (۲) وہ احکام جو قرآن یا حدیث سے صراحۃً ثابت ہوں اور اجتہاد کو ان میں دخل نہ ہو، (۳) وہ احکام جو قرآن یا حدیث سے مستنبط ہوں اور ان میں فقہائے مجتہدین کا اجتہاد واستنباط کارفرما ہو۔

باب عقائد میں کسی کی تقلید روا نہیں جیسا کہ تفسیر روح البیان میں آیت مبارکہ "نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنقُوصٍ" کے تحت ہے: "وفی الآیة ذم التقلید وهو قبول قول الغیر بلا دلیل وهو جائز فی الفروع والعملیات ولا یجوز فی اصول الدین والاعتقادیات بل لا بد من النظر والاستدلال" آیت کریمہ میں تقلید کی مذمت ہے کیونکہ تقلید کہتے ہیں کسی کے قول کو بلا دلیل تسلیم کر لینا، تقلید (شخصی) فرعیات میں روا ہے لیکن دینی اصول اور عقائد میں جائز نہیں بلکہ غور وفکر کرنا ضروری ہے۔

### وجوب تقلید پر دلائل واضحہ:

آیاتِ قرآنیہ اور احادیث مبارکہ سے یہ نظریہ ثابت ہے کہ تقلید شخصی واجب ہے، خواہ تقلید مطلق ہو یا تقلید مجتہد ہو۔ چنانچہ قرآن مقدس میں رب قدیر ارشاد فرماتا ہے:

"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" ہم کو سیدھا راستہ چلا، ان کا راستہ جن پر تو نے احسان کیا۔ آیت مذکورہ اس بات پر شاہد عدل ہے کہ راہِ حق وہی ہے جس پر بندگانِ خدا گامزن رہے جن میں فقہا ومحدثین، مفسرین ومحققین، اولیا واقطاب، ابدال واوتاد، صلحا ونجباء، اتقیا واصفیاء شامل ہیں۔ تاریخ کی ورق گردانی والے حضرات پر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ علمائے ربانیین (جو مرتبہ اجتہاد پر فائز نہ ہو سکے) میں کوئی غیر مقلد نہ ہوا چونکہ غیر مقلد کہتے ہیں جو پایۂ اجتہاد نہ رکھتے ہوئے بھی تقلید دیگر نہ کرے تاہم اجتہاد واستنباط کی قوت سے بہرہ ور شخص اگر تقلید نہ کرے تو وہ غیر مقلد نہیں کہلائے گا کیونکہ وہ مجتہد ہے اور ضابطۂ اسلامی ہے کہ مجتہد کو کسی کی تقلید کرنا جائز نہیں۔

ایک اور مقام پر رب قدیر فرماتا ہے:

"يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ" جس دن ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

اس کی تفسیر میں علامہ اسماعیل حقی رقمطراز ہیں: "أو مقدم فی الدین فیقال یا حنفی یا شافعی" یا امام اور دینی پیشوا ہے پس قیامت میں کہا جائے گا کہ اے حنفی، اے شافعی!

تفسیر روح البیان کی تصریح سے آشکار ہے کہ بروز قیامت کامیابی وکامرانی سے ہم کنار وہی ہو سکتا ہے نیز قیامت کی ہولناکیوں سے وہی بچ سکتا ہے جو تقلید بزرگاں کو اپنا شیوہ بنائے اور اسلاف کرام کی روش کو اپنائے۔

مسلم شریف، ج ۱، ص ۵۴، باب بیان أن الدین النصیحۃ میں ہے:

"عن تمیم الداری ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال الدین

النصیحۃ قلنا لمن؟ قال للہ ولکتابہ ولرسولہ ولأئمۃ المسلمین وعامتھم" تمیم داری سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دین خیر خواہی ہے، ہم نے عرض کیا کس کی؟ فرمایا: اللہ کی اور اس کی کتاب اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کے اماموں کی اور عامۂ مومنین کی۔

اس حدیث کی شرح میں امام نووی فرماتے ہیں:

"وقد یتناول ذلک علی الائمۃ الذین ھم علماء الدین وان من نصیحتھم قبول ما رووہ وتقلیدھم فی الاحکام واحسان الظن بھم" یقیناً یہ فرمان علمائے دین ائمہ شرع متین کو شامل ہے اور ان کی خیر خواہی کا مطلب ان کی روایت کو قبول کرنا، احکام دین میں ان کی تقلید کرنا اور ان کے ساتھ حسن ظن رکھنا ہے۔

عصر حاضر کے چیلنجز میں ایک بڑا چیلنج فرقۂ غیر مقلدیت ہے جو اسلاف کرام اور اربابِ اجتہاد کو (بزعم فاسد) قابل حجیت اور لائق اتباع مانتا ہی نہیں اور یہ فرقہ بالعموم دنیا بھر میں اور بالخصوص برصغیر ہندو پاک میں بڑی تیزی سے اپنے باطل افکار ونظریات اور تضاد پر مبنی اقوال وافعال کو رواج عام دینے میں شبانہ روز کوشاں ہے جس کا کہنا ہے کہ قرآن وحدیث کے ہوتے ہم کسی کی تقلید کیوں کریں؟ مصادر دینی سے ہم از خود احکام اخذ کریں گے، دوسروں کے مستخرج مسائل کو ماننا ہمارے ذمہ لازم نہیں۔ اس جماعت کی ریشہ دوانیوں کا سلسلہ صدیوں سے چلا آرہا ہے۔ چنانچہ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی اپنی شہرۂ آفاق کتاب "شواہد الحق" میں اس فکری انحراف کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قد حدث فی ھٰذا الزمان الذی قل فیہ العلم وذل وکثر فیہ الجھل وجل جماعۃ حمقی من طلبۃ العلم لعب بھم الشیطان فحملھم علی دعویٰ الاجتھاد المطلق حتی زعموا انھم کالشافعی ومالک واحمد والنعمان علیھم الرحمۃ والرضوان مع ان اکثرھم من ضعاف الطلبۃ الملحقین بالعوام ولا یجوز ان یقال انھم من علماء الاسلام" ہمارے اس دور (جس میں علم ومعرفت بے وقعت، جہالت بکثرت ہے) میں شیطان کے آلۂ کار نادان طالبان علم پیدا ہوگئے ہیں جو اجتہاد مطلق کے اس حد تک دعویدار ہیں کہ خود کو ائمہ اربعہ ابوحنیفہ وشافعی ومالک واحمد علیہم الرحمۃ والرضوان کی طرح سمجھتے ہیں جبکہ ان میں زیادہ تر عوام کی مانند ہیں جن کو علمائے دین کہنا بھی جائز نہیں۔

مزید فرماتے ہیں:

"ان دعوی الاجتھاد فی ھٰذا الزمان منھم ومن غیرھم مطلقا مھما کان عالما ھی دعویٰ کاذبۃ لا یلتفت الیھا ولا یعول علیھا" اس زمانہ میں مطلق اجتہاد کا دعویٰ خواہ کسی عالم ہی کی جانب سے ہو، جھوٹ ہے اور ناقابل اعتماد ہے۔

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمہ نے اپنے زمانہ کے جن ناگفتہ بہ حالات اور فکری انحرافات کا ذکر کیا ہے وہ ہمارے اس دور پر پوری طرح منطبق ہوتے ہیں۔ فی الوقت ایسے ناخواندہ افراد پائے جاتے ہیں جو دعویٰ اجتہاد پر ہمیشہ تلے رہتے ہیں اور تقلید شخصی کو کبائر سے تصور کرتے ہیں، علمائے اہل سنت کی دینی وملی ذمہ داری ہے کہ مدارس کے طلبہ کو اس فرقے کے باطل خیالات، تقلید ائمہ کی اہمیت وافادیت اور معمولات اہل سنت کی مؤید آیات واحادیث اور ان کے متعلق پیدا کردہ بے جا شکوک وشبہات کے مستحکم جوابات سے آگاہ کریں تاکہ وہ مذہب وملت کی صحیح ترجمانی کرسکیں۔

رب قدیر سے دعا ہے کہ جماعت اہل سنت کو سرسبز وشاداب رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

□□□

# تو کائناتِ حُسن ہے یا حُسنِ کائنات!

از: عبد الباقی مرکزی، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

ابوالبشر خلیفۃ اللہ فی الارض، مسجود ملائکہ حضرت سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے لیکر حضرت روح اللہ سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک تک اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے مقدس انبیاء ورسل خلق خدا کی ہدایت ورہنمائی کیلئے دنیا میں تشریف لائے اور اعلائے کلمۂ حق کا فریضہ احسن طریقے سے انجام دیا ہر نبی اور رسول کے زمانے میں اہل باطل نے راہ میں کانٹے بچھائے اور حق کی روشنی کو بجھانے اور حق کو نیست ونابود کرنے کی بھر پور سعی کی لیکن ہمیشہ انبیاء رسل ہی فاتح اور غالب رہے اہل باطل نے نور حق کو بجھانے کے لئے طاقت، ثروت ودولت اور حکومت کا بھر پور استعمال کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد سید المرسلین افضل الانبیاء، محبوب رب العالمین، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین، حضور اقدس حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے زمانہ خیر تک کے طویل عرصہ میں کوئی نبی یا رسول مبعوث نہیں ہوا۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اصل تعلیمات وروایات کو رفتہ رفتہ فراموش کرتے گئے یا اس میں اپنی خواہش سے ردوبدل کر بیٹھے، شرک وکفر، افعال رذیلہ وشنیعہ، عام ہوگئے، اس طرح سے گمراہیت وضلالت کی ہولناک تاریکی نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، شراب ،زنا ،قتل ، چوری ، جوا، بدعہدی، دغا، فریب، بد اخلاقی کا بازار گرم تھا۔ لوگ اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کرتے ہوئے بھی نہیں جھجکتے تھے۔ انسان وحشی درندہ بن چکا تھا۔

رشدو ہدایت کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ ایسے سنگین ماحول میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت ورہبری کیلئے اپنے محبوب اعظم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔

## سر مبارک:

نبی اکرم، تاجدار عرب وعجم، فخر آدم وبنی آدم حضور احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ذات میں عظیم، نظروں میں معظم، چہرہ مبارک بدر منیر کی طرح روشن، قد مبارک اعتدال کے ساتھ دراز اور سر مبارک اعتدال کے ساتھ کلاں تھا۔

یہی وہ سرِ انور ہے جو حقائق رحمانیہ ومعارف ربانیہ کا گنجینہ، نبوت وحکمت سے لبریز اور علم لدنی ونور ربی سے معمور ہے۔

## موئے مبارک:

حضور سید الکونین، رسول الثقلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر اقدس کے مبارک بال نہ بہت گھونگریالے تھے اور نہ بہت سیدھے بلکہ دونوں کے بین بین۔ ان بالوں کی درازی میں مختلف روایات ہیں۔ کانوں تک، کانوں کے نصف تک، کانوں کی لوتک، شانوں تک، شانوں کے نزدیک تک۔

امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

**"ولم یکن بالجعد القطط ولا بالسبط کان جعدا رجلا"** حضور علیہ السلام کے مبارک بال نہ تو بالکل گھونگریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے۔ (جمع الوسائل فی شرح الشمائل۔ ص۔ 26)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

**"کان شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیٰ نصف اذنیہ"** حضور ﷺ کے بال مبارک نصف کانوں تک تھے۔ (جمع الوسائل فی شرح الشمائل۔ ص 74)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

**"عظیم الجمۃ ودون وفرۃ"** آپ کے مبارک بال

بہت گنجان تھے اور کانوں کی لو تک آتے تھے۔

(جمع الوسائل فی شرح الشمائل۔ص۔17)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

"لہ شعر فوق الجمۃ و دون وفرۃ" آپ کے مبارک بال کانوں کی لو سے کچھ بڑے اور شانوں سے کم تھے۔

(جمع الوسائل فی شرح الشمائل۔ص۔76)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"لہ شعر فوق یضرب منکبیہ" آپ کے بال مبارک کندھوں تک پڑتے تھے۔(جمع الوسائل فی شرح الشمائل،ص20)

ان روایات میں تطبیق یوں ہوسکتی ہے کہ ان کو مختلف اوقات واحوال پر محمول کیا جائے یعنی جب آپ بال کٹوادیتے تو کانوں تک رہ جاتے پھر بڑھ کر نصف گوش، نرمۂ گوش اور کبھی شانہ مبارک تک پہونچ جاتے۔ آپ ان بالوں کے دو حصے فرماتے اور سیدھی مانگ نکالا کرتے دائیں طرف سے شروع فرماتے، مانگ نکالتے وقت بالوں سے نورانی چمک نکلتی اور اکثر زیتون کا تیل استعمال فرماتے سفید بال کل سترہ یا بیس تھے۔(انوار محمدیہ۔شمائل ترمذیہ ص45)

## چشم سرگیں:

جب حضور علیہ السلام صبح کو بیدار ہوتے اور ابو طالب کے بچوں کی مجلس کو اپنے جمال جہاں آرا سے منور کرتے تو اس وقت ان سب کے بال بکھرے ہوئے ہوتے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گیسوئے عنبریں بغیر کنگھی کئے آراستہ اور بغیر سرمہ ڈالے چشم عالم بین سرگیں ہوتیں۔(شواہد النبوۃ۔ص74)

## والضحیٰ چہرہ انور واللیل زلف عنبرین:

مطلب یہ کہ والضحیٰ سے مراد آپ کا چہرہ انور اور واللیل سے مراد آپ کی زلف معنبر ہے۔

"والضحیٰ بوجھہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واللیل بشعرہ"۔(زرقانی ج6،ص210)

حضور پر نور، نور علی نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رخ تاباں نہایت خوبصورت، رنگ چمکدار، پیشانی فراخ، ابرو خم دار بالوں سے پر اور باہم پیوستہ نہ تھیں، بلند بینی، بینی مبارک پر ایک نور نمایاں آپ حسن کل ہیں اور حسن یوسف حسن محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک تابش تھی دنیا بھر کے حسین وجمیل حسن محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک جھلک ہیں۔

خالق کائنات جل جلالہ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو وہ بے نظیر و بے مثال حسن و جمال عطا فرمایا کہ جس کی تعریف وتوصیف سے زبان عاجز اور قلم مجبور ہے اور آپ کے حسن وجمال کی حقیقت و ماہیت سمجھنے سے چشم عالم قاصر ہے۔

"عن انس ان اللہ تعالیٰ مابعث نبیا الا حسن الصوت حسن الوجہ وکان نبیکم احسنھم وجھا واحسنھم صوتا اقول واما عدم تعشق العوام علیہ کما کان علی یوسف علیہ السلام فلغیرۃ اللہ تعالیٰ حتی لم یظھر جمالہ کما ھو علی غیرہ کما انہ لم یظھر جمال یوسف کما علی یعقوب او زلیخا"

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا جو خوش آواز وخوبصورت نہ ہو اور تمہارے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شکل وصورت میں اور آواز میں بھی ان سب سے احسن تھے میں کہتا ہوں کہ (باوجود ایسے حسن وجمال کے) عام لوگوں کا آپ پر اس طور پر عاشق نہ ہونا جیسا حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق ہوا کرتے تھے، غیرت الٰہی کے سبب ہے، آپ کا جمال جیسا تھا ویسا غیروں پر ظاہر نہیں کیا جیسے خود حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال بھی جس درجہ کا تھا وہ بجز حضرت یعقوب علیہ السلام یا زلیخا کے اوروں پر ظاہر نہیں کیا گیا۔

کسی کو حسن محمدی صلی اللہ علیہ وسلم دیکھنے کی طاقت نہیں۔ حسن محمدی حسن کامل ہے آپ کا مکمل حسن ظاہر نہیں کیا گیا۔ حضرت علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فاعطی نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الحسن کلا قال القرطبی لم یظهر لنا تمام حسنه صلی اللہ علیه وسلم رفقا من اللہ تعالیٰ لانه لو ظهر تمام حسنه لما طاقت اعیننا رؤیته صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم"

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو حسن تمام عطا فرمایا ہے امام قرطبی فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام حسن و جمال ہم پر ظاہر نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہے ورنہ ہماری آنکھیں آپ کے دیدار کی تاب نہ لاتیں۔ (زرقانی، ج5، ص198)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از فرق تا بقدم ہمہ نور بود کہ دیدہ حیرت در جمال وکمال خیرہ می شود و مثل ماہ وآفتاب تاباں وروشن بود۔ اگر نقاب بشریت نپوشیدہ بودے ہیچ کس را مجال نظر وادراک حسن او ممکن نہ بودے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر مبارک سے لے کر قدم مبارک تک بالکل نور تھے۔ آپ کے جمال وکمال کو دیکھنے سے آنکھ چندھیا جاتی تھی، چاند اور سورج کے مانند روشن اور چمکدار تھے اگر آپ لباس بشری میں نہ ہوتے تو کسی کا آپکی طرف نظر بھر کر دیکھنا اور آپ کے حسن کا ادراک کرنا ممکن نہ ہوتا۔ (مدارج النبوۃ۔ جلد اول، ص109)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مسرت وخوشی کے آثار ظاہر ہوتے تو چہرہ اقدس ایسا چمکدار ہوجاتا: "کأنه قطعة قمر"۔ گویا چاند کا ٹکڑا ہے۔ (خصائص کبری، ج1، ص27)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام کا حسن نرالا تھا، بدن کا رنگ نورانی تھا اور

"لم یصفه واصف قط الا شبه وجهه بالقمر لیلة البدر" جو بھی آپ کا وصف بیان کرتا، آپ کے روئے مبارک کو چودھویں کے چاند سے تشبیہ دیتا ہے۔ (خصائص کبری، ج1، ص67)

یہ چاند اور سورج سے تشبیہ صرف تشبیہ ہی تھی حقیقت میں آپ کا رخ انور چاند سے زیادہ روشن تھا چنانچہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چودھویں رات کا چاند اپنی پوری چمک اور دمک کے ساتھ نکلا ہوا تھا اور مدنی تاجدار دو عالم کے سردار سرخ رنگ کا دھاری دار حلہ مبارک زیب تن کئے تشریف فرما تھے تو میں نے مقابلہ کے لئے ایک نظر آسمانی چاند پر ڈالی اور ایک نظر محبوب علیہ السلام پر کہ ان میں سے کون زیادہ خوبصورت ہے۔

"فاذا هو احسن عندی من القمر" تو مجھے یہی معلوم ہوا کہ آپ کی نورانیت اور حسن چاند سے کہیں بڑھ کر ہے۔ (خصائص کبری، ج1، ص178)

ربیع الاول سنہ 13 بعثت میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارض مکہ کو الوداع کہا اور تین راتیں غار ثور میں گزار کر عازم مدینہ ہوئے اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ آپ کے ہم رکاب تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک اونٹنی پر سوار تھے اور وہ دونوں دوسری اونٹنی پر اس مقدس قافلے کے آگے آگے عبداللہ بن اریقط لیثی پیدل چل رہا تھا وہ غیر مسلم ہونے کے باوجود ایک قابل اعتماد شخص تھا اور مکہ سے مدینے جانے والے تمام راستوں سے واقف تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راستہ بتانے کیلئے اسے اجرت پر اپنے ساتھ لے لیا تھا یہ مختصر قافلہ "قدید" کے مقام پر پہونچا، حضرت اسما رضی اللہ عنہا بنت صدیق اکبر نے غار سے روانگی کے وقت جو کھانا ساتھ کیا تھا وہ ختم ہو چکا تھا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو بھوک اور پیاس محسوس ہو رہی تھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا کی شہرت سن رکھی تھی اور انہیں یقین تھا کہ اس کی قیام گاہ پر کھانے پینے کا کچھ انتظام ہوجائے گا چنانچہ یہ مقدس قافلہ ام معبد کے خیمے پر جا کر رکا وہ اس وقت اپنے خیمے کے آگے صحن میں بیٹھی ہوئی تھی ان دنوں خشک سالی نے سارے علاقے پر قیامت ڈھا رکھی تھی اس

وجہ سے ام معبد کے گھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آنا ہوا، بڑی تنگ حالی سے گزر بسر ہو رہی تھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام معبد سے فرمایا دودھ، گوشت، کھجوریں، کھانے کی کوئی چیز تمہارے پاس ہو تو ہمیں دو، ہم اس کی قیمت ادا کریں گے۔

ام معبد نے بصد حسرت جواب دیا: خدا کی قسم اس وقت کوئی چیز ہمارے گھر میں آپ کو پیش کرنے کیلئے موجود نہیں ہے اگر ہوتی تو فورا حاضر کر دیتی اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر ایک مریل سی بکری پر پڑی جو خیمے میں ایک طرف کھڑی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا معبد کی ماں اگر اجازت ہو تو اس بکری کا دودھ دوہ لیں؟ ام معبد نے کہا: آپ بڑے شوق سے دودھ دوہ لیں مگر مجھے امید نہیں کہ یہ دودھ کا ایک قطرہ بھی دے۔

اب وہ بکری حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے لائی گئی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے پاؤں باندھے اور اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر دعا کی "الٰہی اس عورت کی بکریوں میں برکت دے" اس کے بعد چشم فلک نے ایک حیران کن نظارہ دیکھا، سید المرسلین، فخر موجودات، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر جونہی بکری کے تھنوں کو چھوا، تھن فی الفور دودھ سے بھر گئے اور بکری ٹانگیں پھیلا کر کھڑی ہو گئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بڑا برتن منگا کر دودھ دوہنا شروع کر دیا، جلد ہی یہ برتن لبالب بھر گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے یہ دودھ ام معبد کو پلایا اس نے خوب سیر ہو کر پیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو پلایا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ دودھ دوہنا شروع فرمایا برتن پھر لبالب بھر گیا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ام معبد کیلئے چھوڑا اور آگے رخت سفر باندھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لے جانے کے تھوڑی دیر بعد ام معبد کا شوہر اپنی بکریاں لیکر جنگل سے جب واپس آیا خیمہ میں دودھ سے بھرا برتن دیکھ حیران رہ گیا اور اپنی اہلیہ سے دریافت کیا۔ معبد کی ماں یہ دودھ کہاں سے آیا؟ تو ام معبد نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے ساتھیوں کا واقعہ بیان کیا تو ابو معبد تمیم نے کہا: ذرا اس کا حلیہ تو بیان کرو؟ ام معبد نے بے ساختہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیہ مبارک کی جو نقاشی کی، تاریخ کے صفحات میں وہ آج بھی محفوظ ہے اس نے کہا:

"پاکیزہ صورت، حسین و جمیل، روشن چہرہ، بدن فربہ نہ نحیف، متناسب الاعضاء، خوبصورت آنکھیں، بال گھنے، سیدھی گردن، آنکھ کی پتلیاں روشن، سرگیں چشم، باریک وپیوستہ ابرو، سیاہ گھنگریالے بال، خاموش ہوتے تو نہایت باوقار معلوم ہوتے، تکلم دل نشیں، دور سے دیکھنے میں نہایت سجیلے، اور دلربا، قریب سے نہایت شیریں وخوبرو، شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام الفاظ کی کمی بیشی سے پاک، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی، میانہ قد کہ کوتاہی سے حقیر نظر نہیں آتے، نہ طویل کہ آنکھ وحشت زدہ ہو جائے، عالی قدر، رفقاء ایسے کہ ہر وقت گرد وپیش رہتے ہیں، جب وہ کچھ کہتے ہیں تو بڑی توجہ سے سنتے ہیں اور جب وہ حکم دیتے ہیں تو تعمیل کیلئے لپکتے ہیں مخدوم، مطاع، مالوف، نہ ادھوری بات کرنے والے نہ ضرورت سے زیادہ بولنے والے"

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

ابو معبد یہ صفات سن بول اٹھا کہ خدا کی قسم یہ تو وہ صاحب قریش تھے جن کا تذکرہ بارہا سنتے رہتے ہیں میں ان سے جا کر ملوں گا۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حضور ہادی سبل، داتائے کل، محبوب کل، مطلوب کل، مشہود کل، ختم رسل، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت ہمارے دلوں میں موجزن فرمائے اور انہی کی محبت وتعظیم میں جلائے اور ہم سبھوں کو انہیں کی محبت میں ایمان کے ساتھ خاتمہ نصیب فرمائے۔ آمین!

□□□

# "اذا صح الحدیث فھو مذھبی"

از: ابوحمدان محمد شاعر رضا قادری رضوی دار جلنگوی، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

یہ مشہور و معروف ارشاد سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے مقدمہ ردالمحتار میں ہے جب حدیث صحت کو پہونچے اور وہ مذہب امام کے خلاف پر ہو تو وہ حنفی اس حدیث پر عمل کرے اور یہی عمل بالحدیث مذہب امام ٹھہرے گا، اور اس حدیث پر عمل کرنے کے سبب مقلد امام حنفی ہونے سے خارج نہ ہوگا کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: **اذا صح الحدیث فھو مذھبی**، اسے حضرت ابن عبد البر نے امام اعظم ابوحنیفہ اور دیگر اماموں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے بیان کیا ہے۔

(ردالمحتار ج اول ص 167 / دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام اعظم رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کا مذہب صحیح احادیث کے مطابق ہے اور آپ تک پہونچنے والی تمام احادیث صحیح ہیں کیوں کہ آپ نے بلا واسطہ صحابہ کرام سے احادیث سنیں یا تابعین کرام سے، اور ان میں کوئی راوی ضعیف نہیں، جبھی آپ فرماتے ہیں: **اذا صح الحدیث فھو مذھبی**، اور آپ صحیح احادیث ہی سے استدلال فرماتے ہیں امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے وہ امام اعظم کے وصال کے بعد کے راوی ہیں اور انہوں نے اس حدیث کو امام اعظم کی سند کے علاوہ کسی اور سند سے روایت کیا ہے کیونکہ امام اعظم کی اسانید ثلاثہ میں جتنی احادیث ہیں، وہ سب صحیح ہیں کیوں کہ اگر وہ احادیث صحیح نہ ہوتیں تو امام اعظم ان سے کبھی استدلال نہ کرتے۔

(میزان الشریعۃ الکبریٰ)

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عاشق احادیث ہیں، صحیح حدیث کا خلاف کبھی نہیں کرتے امام عبد البر نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت حسن بن صالح بن حی نے فرمایا کہ جب امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی کوئی صحیح حدیث پہونچ جاتی تو آپ اس کا خلاف نہ کرتے، **اذا صح عندہ الخبر عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یعدہ الی غیرہ** (الانتقاء فی فضائل الائمۃ الفقہاء)

حضرت احمد بن یونس فرماتے ہیں: **قال سمعت ابی یقول کان ابو حنیفۃ شدید الاتباع للاحادیث الصحاح** (کشف الاسرار شرح اصول البزدوی، ج اول)

یہ تو سب مانتے جانتے ہیں کہ امام نے فرمایا: **اذا صح الحدیث فھو مذھبی**، مگر اس کی معرفت و ملکہ کس کو حاصل ہے، کون بتا سکتا ہے کہ فلاں حدیث صحیح مذہب امام کے خلاف ہے، کیا یہ آپ اور مجھ جیسے مقلدوں اور اس زمانے کے بڑے بڑے مفتیان کرام کا کام ہے؟ کیا پورے عالم اسلام کے علماء و مفتیان کرام ملکر ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہمیں اس کا ملکہ حاصل ہے؟ زنہار- ہرگز نہیں - قیام قیامت تک نہیں بتا سکتے، تو پھر کس مقلد کا منصب و مقام ہے؟ اور وہ کن اوصاف و فضائل کا حامل اور کن شرائط کا جامع ہو؟ اور وہ طبقات فقہاء کے کس درجہ پر فائز ہو؟ تو ملاحظہ ہو ایسے مقلد کے لئے جن اوصاف و شرائط کا ہونا اور جن دشوار ترین منازل و مراحل کا طے کرنا ضروری ہے انہیں سیدنا سرکار امام اہل سنت اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے بکمال وضوح اپنے فتاوی میں بیان فرمایا، فرماتے ہیں کہ "کوئی حدیث بزعم خود مذہب امام کے خلاف پاکر بحکم اقوال مذکورہ امام دعوٰی کر دینا کہ مذہبِ امام اس

کے مطابق ہے، دو امر پر موقوف۔ **اوّلاً:** یقینا ثابت ہو کہ یہ حدیث امام کو نہ پہنچی تھی کہ بحال اطلاع مذہب اس کے خلاف ہے نہ اس کے موافق۔ لاجرم علامہ زرقانی نے شرح موطا شریف میں تصریح فرمائی: **قد علم ان کون الحدیث مذہبہ محلہ اذا علم انہ لم یطلع علیہ اما اذا احتمل اطلاعہ علیہ و انہ حملہ علی محمل فلایکون مذہبہ** ۔یعنی ثابت ہو چکا ہے کہ کسی حدیث کا مذہب مجتہد ہونا صرف اُس صورت میں ہے جب کہ یقین ہو کہ یہ حدیث مجتہد کو نہ پہنچی تھی ورنہ اگر احتمال ہو کہ اس نے اطلاع پائی اور کسی دوسرے محل پر حمل کی، تو یہ اس کا مذہب نہ ہوگی۔ (شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک) **ثانیاً:** یہ حکم کرنے والا احکام رجال ومتون وطرق احتجاج و وجوہ استنباط اور ان کے متعلقات اصولِ مذہب پر احاطہ تامہ رکھتا ہو۔ یہاں اُسے چار منزلیں سخت دشوار گزار پیش آئیں گی۔ جن میں ہر ایک دوسری سے سخت تر ہے۔

**منزل اوّل:** نقد رجال کہ اُن کے مراتب ثقہ وصدق و حفظ وضبط اور اُن کے بارے میں ائمہ شان کے اقوال و وجوہ طعن و مراتب توثیق، ومواضع تقدیم جرح وتعدیل وحوامل طعن ومناشی توثیق ومواضع تحامل وتساہل وتحقیق پر مطلع ہو، استخراج مرتبہ اتقان راوی بنقد روایات وضبط مخالفات واوہام وخطیات وغیرہا پر قادر ہو، اُن کے اسامی و القاب وکنی و انساب و وجوہ مختلفہ تعبیر رواۃ خصوصاً اصحابِ تدلیس شیوخ و تعیین مبہمات ومتفق ومتفرق ومختلف مؤتلف سے ماہر ہو۔ ان کے موالید ووفیات وبلدان ورحلات ولقاء وسماعات واساتذہ و تلامذہ وطرق تحمل و وجوہ اداوتدلیس وتسویہ وتغیر واختلاط آخذین من قبل و آخذین من بعد وسامعین حالین وغیرہما تمام امور ضروریہ کا حال اس پر ظاہر ہو۔ اُن سب کے بعد صرف سند حدیث کی نسبت اتنا کہہ سکتا ہے صحیح یا حسن یا صالح یا ساقط یا باطل یا معضل یا مقطوع یا مرسل یا متصل ہے۔

**منزل دوم:** صحاح وسُنن ومسانید وجوامع ومعاجیم واجزاء وغیرہا کتب حدیث میں اس کے طرقِ مختلفہ والفاظ متنوعہ پر نظرِ تام کرے کہ حدیث کہ تواتر یا شہرت یا فردیت نسبیہ یا غرابت مطلقہ یا شذوذ یا نکارت و اختلافاتِ رفع ووقف وقطع ووصل ومزید فی متصل الاسانید واضطراباتِ سند ومتن وغیرہا پر اطلاع پائے نیز اس جمع طرق و احاطہ الفاظ سے رفع ابہام ودفعِ اوہام وایضاح خفی واظہار مشکل وابانت مجمل وتعیین محتمل ہاتھ آئے۔ ولہذا امام ابوحاتم رازی فرماتے ہم جب تک حدیث کو ساٹھ (۶۰) وجہ سے نہ لکھتے اس کی معرفت نہ پاتے۔ اس کے بعد اتنا حکم کرسکتا ہے کہ حدیث شاذ یا منکر، معروف یا محفوظ، مرفوع یا موقوف، فرد یا مشہور کس مرتبہ کی ہے۔

**منزل سوم:** اب علل خفیہ وغوامض دقیقہ پر نظر کرے جس پر صدہا سال سے کوئی قادر نہیں۔ اگر بعد احاطہ وجوہ اعلال تمام علل سے منزہ پائے تو یہ تین منزلیں طے کر کے طرف صحت حدیث بمعنی مصطلح اثر پر حکم لگاسکتا ہے۔ تمام حفاظِ حدیث واجلہ نقادنا واصلان ذروہ شامخہ اجتہاد کی رسائی صرف اس منزل تک ہے۔ اور خدا انصاف دے تو مدعی اجتہاد وہمسری ائمہ امجاد کو اِن منازل کے طے میں اصحابِ صحاح یا مصنفانِ اسماء الرجل کی تقلید جامد سخت بے حیائی نری بے غیرتی ہے بلکہ ان کے طور پر شرکِ جلی ہے۔ کس آیت و حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ بخاری یا ترمذی بلکہ امام احمد و ابن المدینی جس حدیث کی تصحیح یا تجریح کردیں وہ واقع میں ویسی ہی ہے۔ کون سا نص آیا کہ نقد رجال میں ذہبی وعسقلانی بلکہ نسائی وابن عدی ودارقطنی بلکہ یحیٰی قطان ویحیی بن معین وشعبہ وابن مہدی جو کچھ کہہ دیں وہی حقِ جلی ہے۔ جب خود احکام الٰہیہ کے پہچاننے میں ان اکابر کی تقلید نہ

ٹھہری جوان سے بدر جہا ارفع و اعلٰی و اعلم و اعظم تھے۔ جن کے یہ حضرات اور ان کے امثال مقلد و متبع ہوتے جن کے درجاتِ رفیعہ امامت انہیں مسلم تھے تو ان سے کم درجہ امور میں اُن اکابر سے نہایت پست مرتبہ اشخاص کی ٹھیٹ تقلید یعنی چہ جرح و تعدیل وغیرہ جملہ امور مذکورہ جن جن میں گنجائش رائے زنی ہے محض اپنے اجتہاد سے پایہ ثبوت کو پہنچایئے، اور این وآن وفلاں و بہمان کا نام زبان پر نہ لایئے۔ ابھی ابھی تو کھلا جاتا ہے کہ کس برتے پہ تتا پانی۔

ماذا اخاضک یامغرور فی الخطر
حتّی ھلکت فلیت النمل لم تطر

**منزل چہارم:** اور تُو نے کیا جانا کیا ہے منزل چہارم سخت ترین منازل دشوار ترین مراحل، جس کے سائر نہیں مگر اقل قلائل، اس کی قدر کون جانے۔

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش
کہ نظمِ مملکت خویش خسرواں دانند

اے حافظ! تو خاک نشین گدا گر ہے شورمت مچا، کیونکہ اپنی سلطنت کے نظام کو بادشاہ ہی جانتے ہیں۔ اس کے لیے واجب ہے کہ جمیع لغاتِ عرب و فنونِ ادب و وجوہ تخاطب و طرق تفاہم و اقسامِ نظم و صنوف معنٰی و ادراک علل و تنقیح مناط و استخراجِ جامع و عرفانِ مانع و موارد تعدیہ و مواضع قصر و دلائل حکم آیات و احادیث، و اقاویل صحابہ و ائمہ فقہ قدیم و حدیث و مواقع تعارض، و اسبابِ ترجیح، و مناہج توفیق و مدارج دلیل و معارک تاویل مسالک تخصیص، مناسک تقیید، و مشارع قیود، و شوارع مقصود و غیر ذلک پر اطلاع تام و وقوفِ عام و نظر غائر و ذہن رفیع، و بصیرتِ ناقدہ و بصر منیع رکھتا ہو، جس کا ایک ادنیٰ اجمال امام شیخ الاسلام زکریا انصاری قدس سرہ الباری نے فرمایا کہ: **ایاکم ان تبادروا الی الانکار علی قول مجتھد او تخطئتہ الابعد احاطتکم بِاَدِلّۃ الشریعۃ کلّھا و معرفتکم بجمیع لغات العرب التی احتوت علیھا الشریعۃ و معرفتکم بمعانیھا و طرقھا۔** (خبردار مجتہد کے کسی قول پر انکار یا اُسے خطا کی طرف نسبت نہ کرنا، جب تک شریعت مطہرہ کی تمام دلیلوں پر احاطہ نہ کرلو، جب تک تمام لغتِ عرب جن پر شریعت مشتمل ہے پہچان نہ لو، جب تک ان کے معانی اُن کے راستے جان نہ لو۔ اور ساتھ ہی فرمادیا: وانّٰی لکم بذٰلك بھلا کہاں تم اور کہاں یہ احاطہ) **نقلہ الامام العارف باﷲ عبدالوھاب الشعرانی فی المیزان۔**

اور شک نہیں کہ جو شخص اِن چاروں منازل کو طے کر جائے وہ مجتہد فی المذہب ہے، جیسے مذہب مہذب حنفی میں امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما بلا شبہ ایسے ائمہ کو اُس حکم و دعوے کا منصب حاصل ہے اور وہ اس کے باعث اتباع امام سے خارج نہ ہوئے کہ اگرچہ صورۃً اس جزئیہ میں خلاف کیا مگر معنی اذن کلی امام پر عمل فرمایا پھر وہ بھی اگرچہ ماذون بالعمل ہوں۔ یہ جزمی دعوٰی کہ اس حدیث کا مفاد خواہی نخواہی مذہب امام ہے، نہیں کرسکتے، نہایت کارظن ہے، ممکن کہ اِن کے مدارک مدارکِ عالیہ امام سے قاصر رہے ہوں۔ اگر امام پر عرض کرتے وہ قبول فرماتے تو مذہب امام ہونے پر تیقن تام وہاں بھی نہیں۔

(ملخصا فتاوی رضویہ شریف مترجم ج ۲۷)

تفصیل کے لیے امام کا رسالہ الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی ملاحظہ کریں۔

یہ تو معلوم ہوا کہ امام محمد اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما جیسے ائمہ یعنی مجتہدین فی المذہب کو اس حکم و دعوے کا منصب حاصل ہے مگر آج تک آپ نے کبھی یہ سنا یا پڑھا کہ صاحبین یا ان جیسے ائمہ نے کہا کہ فلاں حدیث صحیح مذہب امام کے خلاف ہے، ہرگز نہیں! وہ اس لئے کہ خود امام ابو یوسف

باوجود مجتہد فی المذہب ہونے کے حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرماتے ہیں:

ماخالفته فی شیئ قطّ فتدبرته الا رأیت مذهبه الذی ذهب الیه انجی فی الاخرة و کنت ربما ملت الی الحدیث فکان هو ابصربا الحدیث الصحیح منّی۔

کبھی ایسا نہ ہوا کہ میں نے کسی مسئلہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلاف کر کے غور کیا ہو، مگر یہ کہ انہیں کے مذہب کو آخرت میں زیادہ وجہ نجات پایا، اور بارہا ہوتا کہ میں حدیث کی طرف جھکتا پھر تحقیق کرتا تو امام مجھ سے زیادہ حدیث صحیح کی نگاہ رکھتے تھے۔ نیز فرمایا: امام جب کسی قول پر جزم فرماتے میں کوفہ کے محدثین پر دورہ کرتا کہ دیکھوں اُن کی تقویت قول میں کوئی حدیث یا اثر پاتا ہوں۔ بارہا دو تین حدیثیں میں امام کے پاس لے کر حاضر ہوتا اُن میں سے کسی کو فرماتے صحیح نہیں کسی کو فرماتے معروف نہیں۔ میں عرض کرتا حضور کو اس کی کیا خبر حالانکہ یہ تو قولِ حضور کے موافق ہیں۔ فرماتے: میں اہل کوفہ کا عالم ہوں۔ ذکر کلّه الامام ابن الحجر فی الخیرات الحسان

(فتاوی رضویہ شریف)

اس کے بعد امام اہل سنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان وہابیہ غیر مقلدین خاص کر تمام غیر مقلدان زمانہ کے سروسرگروہ سب سے اونچی چوٹی کے کوہ پرشکوہ سب سے بڑے محدث متوحد سب میں چھنٹے امام متفرد علامۃ الدہر مجتہد الدہر العصر جناب میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کے منہ پر زوردار طمانچہ رسید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بالجملہ نا بالغان رتبہ اجتہاد نہ اصلاً اس کے اہل، نہ ہرگز یہاں مراد، نہ کہ آج کل کے مدعیان خامکار جاہلان بے وقار کہ من وتو کا کلام سمجھنے کی لیاقت نہ رکھیں۔ اور اساطین دین الہی کے اجتہاد پر کھیں۔ (فتاوی رضویہ شریف)

یہ آئینہ ہے دعوۂ اجتہاد کرنے والے وہابیہ غیر مقلدین کے لئے کہ یہ بد عقل بے شعور ابلیس مَرید کے مریدین، امام کا ارشاد پاک، اذا صح الحدیث فھو مذھبی کی آڑ لیکر مذہب مہذب حنفی کو مخالف احادیث گردانتے ہیں اور اس سے لوگوں کو سچے دین سے بہکاتے ہیں وہ اس آئینہ میں دیکھ لیں اپنے منحوس چہروں اور غیر مستقیم عقلوں کو کہ ان بے مہاروں بیجر دنابکاروں کو دِکھانے کے لئے ہم اہل سنت کے پاس اعلی حضرت مجدد اعظم امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آئینہ ہے جس کا نام الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی ہے، دعوۂ باطل کرنے والے غیر مقلدین اسے اپنے پاس رکھیں اور ناچار عقلوں کا علاج کرتے رہیں۔

□□□

خود کا دوسروں کے ساتھ مقابلہ کرنا چھوڑ دیں کیوں کہ سورج ہو یا چاند، سب اپنے اپنے وقت پر چمکتے ہیں!

# زوال بندہ مومن کا بے زری سے نہیں!

از: محمد گلزار احمد خان رضوی، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

اللہ تبارک وتعالی نے اس کائنات رنگ و بو کو وجود بخشا اوراس میں انسان کی آسائش کے لئے گونا گوں نعمتیں پیدا فرمائیں ساتھ ہی ساتھ دنیا میں بسنے والے انسانوں کو بار بار متنبہ فرمایا کہ دنیا کی رنگینیوں میں کھوکر ذکر الٰہی سے غافل نہ ہوجانا ورنہ خسارے میں رہوگے۔

فرمان خداوندی ہے:

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ"

تاریخ شاہد ہے کہ اسلام اوراہل اسلام اپنے دورِاولیں سے ہی عزت وسربلندی کی مسند پرجلوہ افروز رہے جس وقت مسلمانوں کے پاس کھانے کے لیے کھانا پینے کے لئے پانی پہننے کے لئے کپڑے رہنے کے لیے مکانات جنگ کے لئے ہتھیار نہیں تھے اس وقت بھی دنیا کی بڑی بڑی قوموں کو مطیع وفرمانبردار بنایا، بڑے بڑے لشکران کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئے اور اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے انکی ترقی کا ستارہ روز بروز منازل عروج طے کرتا رہا کیونکہ ان کے پاس ایمان کی ایسی مضبوط طاقت تھی جس کے سامنے تمام آلات حرب وضرب ناکارہ تھے عزت وسربلندی ان کی زینت سلطنت و بادشاہت ان کے درکی کنیز اور کامیابی ان کے گلے کا ہار تھی جنگ بدر، جنگ احد، جنگ حنین وغیرہ اس بات کی واضح مثال ہیں کہ مسلمانوں نے بے سروسامانی کے عالم میں اللہ کے دین کے لیے قدم بڑھائے اور دشمنوں کی طاقت کو پارہ پارہ کردیا۔

مگر جب سے مسلمان دنیا داری میں مگن ہوئے عیش و عشرت کو اصل زندگانی سمجھ بیٹھے خداوند تعالی سے رشتہ کمزور ہوا تو روحانی انحطاط بڑھتا گیا اور مسلمان اپنا مقصد حیات کھو بیٹھے۔

اسلام کی بنیاد مادیت پر نہیں بلکہ روحانیت پر رکھی گئی ہے۔لہٰذا، مسلمانوں کے زوال کی اصل وجہ بے زری نہیں بلکہ اس کی حقیقی وجہ بزدلی اور مسلمانوں کے اندر سے روحانیت اور روحانی اقدار کا دم توڑنا ہے۔ اوراس مرکزِ روحانیت سے دور ہوجانا ہے جس نے ان کو فتح ونصرت اور عزت وسرخروئی سے ہمکنار کیا تھا۔

آج دنیا کے ہر خطے میں مسلمان ذلت ورسوائی اور قتل و غارت گری کی چکی میں پس رہا ہے۔ برما، کابل، فلسطین، شام، وغیرہ عرب وعجم میں جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ ہورہا ہے کیا ہم اس سے واقف نہیں؟ آج پوری امت جس کربناک صورت حال سے گزر رہی ہے، کیا وہ کسی سے مخفی ہے؟

حالانکہ آج امت مسلمہ جس عددی کثرت کی حامل ہے اس سے قبل کبھی نہیں رہی، اور آج جو مادی وسائل ہمیں میسر ہیں اس سے پہلے کبھی نہیں تھے۔

دولت کی فراوانی جنگی ساز وسامان حتی کہ ایٹمی طاقت بھی ہمارے پاس ہے مگران سب کے باوجود جس قدر ذلت و رسوائی، پستی، اورشکست وریخت کا سامنا ہے اس کی مثال پوری تاریخ انسانیت میں ہمیں نہیں ملتی۔

جس وقت تاتاریوں نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجائی تھی اور مسلم دنیا کو تہس نہس کیا تھا اس وقت بھی ہم اتنے مجبور نہیں تھے جتنے آج ہیں۔

آج ہمارے اوپر اتنے مصائب ومسائل مسلط کئے جا چکے ہیں جو شمار سے بالاتر ہیں۔ اگر امت مسلمہ کی زبوں حالی

کے اسباب پر غور وخوض کیا جائے تو **دو باتیں** سامنے آتی ہیں: **ایک** مسلمانوں کے اندر بزدلی کا گھر کر لینا اور **دوسری** نقوشِ اسلاف سے بیزاری۔

نسل نو کے حالات اس قدر ناگفتہ بہ ہیں کہ ان کے دلوں میں آخرت کا یقین بے حد کمزور اور آخرت کی نعمتوں اور راحتوں کا تصور تو تقریباً ختم ہو چکا ہے مادی نعمتیں اور انکا تصور اس قدر غالب ہے کہ روحانی قدریں دم توڑ چکی ہیں۔

مادیت پرستی کے بڑھتے ہوئے رجحانات کی وجہ سے معاشرہ عدم توازن کا شکار ہو چکا ہے اور انسان انفرادی طور پر تنہائی اور اجتماعی طور پر احساس محرومی کا شکار ہو رہے ہیں، بے جا خواہشات تو ختم ہونے کا نام نہیں لیتیں انسان مادیت کے رنگوں میں اس قدر ڈوبا ہوا ہے کہ خود کو، اپنی اصل کو اور اپنے مقصد کو یکسر فراموش کر چکا ہے۔

اب لوگوں کی عزت وذلت، بلندی وپستی اور چھوٹے یا بڑے ہونے کی پیمائش تقویٰ و پرہیزگاری کے پیمانے سے نہیں ہوتی بلکہ کاروں، بنگلوں اور بینک بیلنس کے اعتبار سے ہوتی ہے۔

مادیت کے اس طوفان میں پہلے ''ایمان ویقین'' کا جنازہ اُٹھا، پھر ''انسانی اخلاقیات'' ہوا میں زرد پتوں کی طرح بکھر گئے، پھر ''اسوۂ حسنہ'' سے وابستگی کمزور ہونے سے اعمالِ صالحہ کی فضا ختم ہوئی، پھر ''معاشرتی معاملات'' میں مفاد پرستی اور خود غرضی نے جنم لیا، پھر ''سیاست وتمدن'' میں ارتعاشی لہریں زلزلے کا سبب بنیں اور اب ''مادیت'' کا یہ طوفان تھمنے کا نام نہیں لے رہا ہے۔

دور حاضر کے مسلمان جن میں (اِلاّ ماشاء اللہ) ہر ایک کا حال یہ ہے کہ دل میں دنیا کی محبت اور موت سے نفرت سرایت کر گئی ہے۔ دعوت دین، اعلاء کلمۃ الحق کی جدوجہد، جذبہ شہادت وغیرہ کی بجا آوری میں ہر محاذ پر یہی محبت دنیا اور موت کا ڈر پاؤں کی زنجیر بن جاتا ہے۔

اگر ہم عہد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عہد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سخت مصائب وآلام فاقہ وتنگ دستی میں بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھا اور باطل کے سامنے ہمیشہ سینہ سپر رہے درہم ودینار کی چمک نہ ان کے ایمان کو ڈگا سکی اور نہ ان کے حوصلوں کو متزلزل کر سکی۔

کبھی تنہائی میں مکی عہد کی تاریخ پڑھیں اور سوچیں کہ کیا گزرتی ہوگی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر جب ان کی نگاہوں کے سامنے حضرت عمار اور ان کے اہل خانہ اپنے ایمان کے امتحان سے گزر رہے ہونگے۔ ''**صبرا صبرا یا آل عمار ! فان لکم الجنۃ**'' میں بشارت کا کیسا جانفزا مژدہ ہے جس کے سامنے دنیا کی ہر اذیت ہیچ ہے۔

حضرت سمیہ کی آزمائش کا آج کون اندازہ کر سکتا ہے؟ حضرت بلال وخباب اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کن سخت حالات سے گزرے ہیں اور وہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں۔

حضرت کعب بن مالک غزوہ تبوک میں شریک نہیں ہو پائے، تو دل میں طرح طرح کے خیالات آتے ہیں لیکن سچائی کا دامن نہیں چھوڑتے اور ابتلاء وآزمائش کے کیسے سخت حالات سے گزرتے ہیں کہ قرآن کے الفاظ میں ''حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ'' زمین اپنی وسعتوں کے باوجود ان کے لیے تنگ ہو جاتی ہے یہ ان کا جذبہ ایمانی تھا اور آج کا مسلمان کہ جس کے اندر عشق رسول اور راہ خدا میں قربان ہونے کا جذبہ باقی ہی نہیں رہا اور موت کا خوف اس قدر ہو چکا ہے کہ زندگی بچانے اور زیادہ جینے کی تمنا لیے کسی بھی حد تک جانے کو تیار ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ السَّلَامِ، عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا، فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزَعَنَّ اللهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ اللهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب ہے کہ دیگر قومیں تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں جیسے کھانے والے پیالوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں! حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سوال کیا گیا: کیا ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، بلکہ تعداد بہت ہوگی لیکن تم سیلاب کے جھاگ کی مانند ہوگے، اللہ تعالی تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہارا خوف نکال دے گا، اور تمہارے دلوں میں "وہن" ڈال دے گا تو عرض کی گئی: یا رسول اللہ! "وہن" کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ دنیا کی محبت اور موت کا ڈر ہے۔"

آج ہماری تعداد تقریباً دوسو کروڑ ہے تقریباً 50 ممالک میں اکثریت ہے لیکن پھر بھی جو حالات ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں، بزدلی اس قدر ہمارے اندر سرایت کر چکی ہے کہ شعائر اسلام پر کھلے عام حملہ ہوتا ہے اور ہم دیکھ کر بھی بس افسوس کر کے رہ جاتے ہیں۔

ضرورت ہے کہ لوگ اپنے اسلاف کی تاریخ پڑھیں اور اپنے بچوں کو صحابہ کرام کے واقعات سنائیں تا کہ ان کے دلوں میں بزدلی سرایت نہ کرے اور جذبہ ایمانی بیدار رہے۔

آج جو ذلت ورسوائی امت مسلمہ کے گلے کا ہار بنی ہوئی ہے اسکا سبب کیا ہے؟ اسکا جواب ڈاکٹر اقبال کے ان اشعار میں بخوبی تلاش کیا جاسکتا ہے۔

اگرچہ زر بھی جہاں میں ہے قاضی الحاجات
جو فقر سے ہے مَیسّر، تونگری سے نہیں!
اگر جواں ہوں مری قوم کے جسُور وغیور
قلندری مری کچھ کم سکندری سے نہیں!
سب کچھ اور ہے، تُو جس کو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں!
اگر جہاں میں مرا جوہر آشکار ہُوا
قلندری سے ہوا ہے، تونگری سے نہیں!

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلمانوں کو اسلام پر کماحقہ عمل کرنے کی توفیق رفیق اور اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنے کا جذبہ عطا فرمائے۔

یارب! دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے، جو روح کو تڑپا دے

آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم

□□□

**ہر چیز کا صدقہ ہوتا ہے اور عقل کا صدقہ یہ ہے کہ جاہل کی بات سن کر برداشت کی جائے!**

# صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

از: محمد ندیم قادری، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

مغل تاجدار محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کے دور حکومت میں ایران کے شہر مشہد سے کچھ ارباب فضل وکمال (صدر الافاضل کے آباء واجداد) ہندوستان آئے۔ انہیں بڑی پذیرائی ملی اور گوناں گوں صلاحیتوں کے سبب قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا اسی خانوادے میں حضرت علامہ مولانا معین الدین صاحب نزہت کے گھر مرادآباد میں ۲۱ رصفر المظفر ۱۳۰۰ھ ایک ہونہار سعادت مند بچے کی ولادت ہوئی فیروزمندی اور اقبال کے آثار اس کی پیشانی سے ہویدا تھے وہی بچہ بڑا ہوکر دینائے سنیت کا عظیم رہنما ہوا اور صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کے نام سے جانا پہچانا جانے لگا اور اپنے علمی جاہ وحشمت، شرافت نفس، اتباع شریعت، زہد وتقوی، سخن سنجی، حق گوئی، جرأت وبے باکی اور دین حق کی حفاظت میں فقید المثال ٹھہرا۔

صدر الافاضل علیہ الرحمہ جب چار سال کے ہوئے تو آپ کے والد گرامی نے انتہائی تزک واحتشام اور بڑی دھوم دھوم سے ''بسم اللہ خوانی'' کی پاکیزہ رسم ادا فرمائی، چند ہی مہینوں میں ناظرہ قرآن پاک کے بعد حفظ قرآن شروع کردیا اور آٹھ سال کی عمر میں حفظ قرآن کی تکمیل کے ساتھ ساتھ اردو ادب اور اردوئے معلیٰ میں بھی اچھی خاصی قابلیت حاصل کرلی۔ اس کے بعد فارسی اور معتد بہ حصہ تک عربی کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل فرمائی اور متوسطات تک علوم درسیہ کی تکمیل حضرت مولانا حکیم فضل احمد صاحب سے کی اس کے بعد خود حضرت مولانا حکیم فضل احمد صاحب حضور علامہ مولانا سید محمد گل صاحب کابلی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم مدرسہ امدادیہ مرادآباد کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور! صاحب زادہ انتہائی ذکی وفہیم ہیں، ملا حسن تک پڑھ چکے ہیں، میری دلی خواہش ہے کہ بقیہ درس نظامی کی تکمیل حضرت کی خدمت میں رہ کر کریں۔ مولانا سید محمد گل صاحب نے حضور صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پیشانی پر ایک نظر ڈالی اور اظہار مسرت فرماتے ہوئے آپ کو اپنی صحبت بابرکت میں لے لیا۔ اور پھر آپ نے ان سے منطق، فلسفہ، ریاضی، اقلیدس توقیت وہیئت، جفر، عربی بحروف غیر منقوطہ، تفسیر، حدیث اور فقہ وغیرہ بہت سے مروجہ علوم وفنون کی اسناد اپنے شفیق استاد سے حاصل فرمائیں اور بہت سے سلاسل احادیث وعلوم اسلامیہ کی سندیں حاصل کرکے ایک زبردست، جید عالم دین بنکر اس دنیا میں چمکے پھر بعد فراغت آپ نے درس وتدریس کا آغاز فرمایا اور حضرت صدر الافاضل کو تفسیر، حدیث، علم کلام، فقہ واصول، ہیئت وریاضی، نجوم، علم التوقیت وعلم الفرائض اور دیگر علوم وفنون کے علاوہ فن تقریر ومناظرہ میں بھی مہارت تامہ حاصل تھی آپ اپنے وقت کے تقریباً تمام فرق باطلہ سے نبرد آزما رہے، ایک سے بڑھ کر ایک مناظر آپ کے مقابل آیا لیکن ہمیشہ آپ کو ہی ان پر غلبہ رہا، آپ کا انداز اور طرز استدلال بالکل واضح اور روشن ہوتا مغلقات اور طویل ابحاث کو مختصر مگر جامع الفاظ میں نہایت وضاحت سے بیان کرتے۔ جو دلائل وحجج قائم فرماتے کسی میں اُن کو توڑنے کی طاقت نہ ہوتی، مخالف ایڑی چوٹی کا زور لگاتا لیکن اس سے خلاصی پانا اس کے لئے ناممکن ہوتا۔ مخالف غیظ وغضب میں انگلیاں چباتے مگر کچھ نہ کرسکتے تھے۔ صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی یہ صفت تو آپ کا

خاصہ تھی۔ آپ نے بہت سارے مناظرے کئے اور الحمد للہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظفر یاب فرمایا بطور نمونہ ایک دو واقعات قائین کی خدمت میں پیش ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

نواح متھرا اور آگرہ میں شردھانند نے جب فتنہ ارتداد شروع کیا حضرت نے اسے مناظرہ کی دعوت دی اس نے دعوت قبول کی، حضرت دہلی تشریف لے گئے وہ دہلی سے بھاگا اور بریلی پہنچا، حضرت نے بریلی جا کر اسے چیلنج کیا وہ وہاں سے لکھنؤ بھاگا، حضرت لکھنؤ پہنچے وہاں سے وہ پٹنہ پہنچا حضرت نے پٹنہ اس کا تعاقب کیا وہاں سے وہ کلکتہ روانہ ہوا، حضرت نے وہاں جا کر اسے پکڑا تو اس نے مناظرہ سے صاف انکار کردیا۔ جناب احمد حسن صاحب رضوی نے نجیب آباد سے اعلیٰ حضرت کو تار دیا کہ اشرف علی یہاں آیا ہوا ہے ہم نے مناظرہ کی دعوت اسے دی ہے آپ فوراً کسی مناظر کو بھیجئے، اعلیٰ حضرت نے صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اور حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب کو روانہ کیا اور فرمایا کہ مرادآباد اتر کر صدر الافاضل کو اپنے ہمراہ لے کر نجیب آباد جاؤ اور صدر الافاضل کو ضرور ہمراہ لینا حجۃ الاسلام نے بریلی سے تار دیا اور حضرت کو ہمراہ لے کر نجیب آباد پہنچے وہاں پہنچ کر اشرف علی کو خط لکھا، تھانوی صاحب نے صبح جواب دینے کا وعدہ کیا اور راتوں رات نجیب آباد سے بھاگ گئے دوسرے دن صبح معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ روانہ ہوگئے۔ وہاں فتح کا جلسہ کرکے یہ حضرات واپس ہوئے۔

بھاگلپور میں حضرت حامی سنت جامع شریعت وطریقت عالم نبیل فاضل جلیل مولانا الحاج الشاہ احمد اشرف صاحب کچھوچھوی کے مریدین میں مولوی عبد الشکور کاکوروی وغیرہ نے جا کر اہلسنت کے خلاف تقریریں کیں اور میدان خالی دیکھ کر مناظرہ کا چیلنج دیدیا، ان لوگوں نے حضرت والا مولانا شاہ احمد اشرف صاحب کو اس کی اطلاع دی حضرت موصوف نے اعلیٰ حضرت کو یہ واقعہ تحریر کیا اور خود بھاگلپور تشریف لے گئے اور مناظرہ کی دعوت قبول کی اور خلیفہ باغ کی مسجد مناظرہ کے لئے مقرر ہوئی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے حضور صدر شریعت مولانا امجد علی صاحب اور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کو بھاگلپور بھیجا، وہابیہ نے گیدڑ بھپکیاں شروع کیں۔ پہلے المدد یا پولیس پکارا اور داروغہ کو بھیجا کہ مناظرہ کو بند کرو صدر الافاضل نے فرمایا انسپکٹر صاحب آپ کو مناظرہ بند کرنے کا اختیار نہیں، یہ اختیار مجسٹریٹ کو ہے اس کا حکم لائیے، انسپکٹر صاحب نے کہا مجھے نقض امن کا اندیشہ ہے، حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے فرمایا اس کا میں ذمہ دار ہوں، میں جیسا کہوں گا مجمع اسے تسلیم کریگا، میں آپ کو تحریر لکھ کے دیتا ہوں داروغہ صاحب مجبوراً واپس ہوگئے اور وہابیہ کی یہ تدبیر کامیاب نہ ہوئی تو خلیفہ باغ کی مسجد کے متولی کو بھیجا کہ وہ متولی ہونے کی حیثیت سے مناظرہ موقوف کردیں، متولی صاحب نے آکر کہا کہ میں مناظرہ بند کرتا ہوں، مسجد میں مناظرہ کی اجازت نہیں دیتا، حضرت صدر الافاضل نے ارشاد فرمایا کہ متولی صاحب! اپنی تولیت کی خیر منایئے اور تشریف لے جایئے، وہابیہ کی شکست پر ان حیلوں سے پردہ نہیں پڑ سکتا، متولی صاحب نے کہا کہ وہ مناظرہ کے لئے تیار ہیں، حضرت نے فرمایا کہ پہلے انہیں میدان مناظرہ میں لایئے پھر کچھ فرمایئے، اس پر متولی صاحب نے کہا میں مناظرہ بند کرتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا مسلمانو! تم ایسے متولی کو جو مسجد میں اللہ کے ذکر سے روکے متولی ہونے سے معزول کرتے ہو؟ مجمع پکار اٹھا کہ ہم نے اس متولی کو معزول کیا۔ حضرت نے فرمایا رائے عامہ متولی کو موقوف کرسکتی ہے، تشریف لیجایئے آپ کی تولیت باطل ہوئی متولی صاحب روانہ ہوئے تو وہابیہ نے یہ فریب کیا کہ ایک شخص کو بھیجا کہ مولوی محمد علی صاحب مونگیری جو وہابیہ

کی طرف سے مناظر ہیں کہتے ہیں کہ مناظرہ عربی زبان میں ہوگا حضرت نے فرمایا منظور، اور دو شرطیں ہماری طرف سے اور زیادہ ہیں عربی میں ہوگا اور غیر منقوط زبان میں ہوگا اور نظم میں ہوگا، یہ سن کر وہابی حیران ہوگئے، ان میں یہ قابلیت کہاں تھی وہ تو دھوکہ بازی وفریب دہی کے لئے شرط لگا رہے تھے کہ علمائے اہل سنت اس شرط کو منظور نہ کریں گے جب یہ فریب بھی نہ چلا تو خائب وخاسر ہوکر بھاگے اور حضرت صدر الافاضل اور حضرت صدر شریعت اور حضرت سراپا برکت مولانا سید احمد اشرف صاحب فتح کا جلسہ کرکے مظفر ومنصور واپس آئے۔

مذکورہ بالا واقعہ سے بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ فن مناظرہ میں آپ کو کیا مقام حاصل تھا اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت جیسی شخصیت کو بھی آپ پر مکمل اعتماد اور ناز تھا جس طرح آپ کو فن مناظرہ میں بلند مقام حاصل تھا اسی طرح آپ کو دیگر علوم وفنون کی طرح علم میراث پر بھی مکمل عبور تھا چنانچہ شہزادہ صدر الافاضل حضور رہنمائے ملت حضرت علامہ سید اختصاص الدین علیہ رحمۃ اللہ المبین فرمایا کرتے تھے کہ میراث وفرائض کے فتوے کثرت سے آتے مگر حضرت صدر الافاضل کو جواب لکھنے کے لئے کتاب دیکھتے ہوئے نہیں دیکھا آج تو ایک بطن دو بطن چار بطن کے فتوے اگر دار الافتاء میں آجائیں تو گھنٹوں کتابیں دیکھی جاتی ہیں تب کہیں جاکر فتوے کا جواب لکھا جاتا ہے اور وہ بھی کبھی ایک مفتی دوسرے مفتی کے فتوے کو مسترد کردیتا ہے مگر حضرت صدر الافاضل کا یہ حال تھا کہ بیس بیس اکیس اکیس بطون کے فتوے بھی دار الافتاء میں آگئے مگر حضرت قلم برداشتہ بغیر کتاب دیکھے جواب تحریر فرمادیتے تھے البتہ انگلیوں پر کچھ شمار کرتے ضرور دیکھا جاتا اور آپ کے فتوے کے استرداد کی کبھی نوبت نہیں آئی۔

آپ نے راہ حق کے متلاشیان اور گم گشتگان راہ کے لئے دینی وملی، سیاسی وسماجی تدریسی اور تبلیغی خدمات کے باوجود تقریباً دو درجن کتابیں بطور یادگار چھوڑی ہیں، جن میں سے چند کے اسماء یہ ہیں: تفسیر خزائن العرفان، نعیم البیان فی تفسیر القرآن، الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ، اطیب البیان در رد تقویۃ الایمان، مظالم نجدیہ برمقابر قدسیہ، سیرت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم، التحقیقات لدفع التلبیسات، ارشاد الانام فی محفل المولود والقیام، فرائد النور فی جرائد القبور اور کشف الحجاب عن مسائل ایصال ثواب وغیرہ

الغرض آپ نے اپنی پوری زندگی خدمت دین متین واعلائے کلمہ حق میں صرف کردی پھر ۱۸/ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ بروز جمعۃ المبارک یہ درخشندہ ستارہ علمائے اہل سنت کے درمیان سے روپوش ہوگیا وقت وصال ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی کلمہ طیبہ کا ورد جاری تھا پیشانی اقدس اور چہرہ مبارکہ پر بے حد پسینہ آنے لگا، از خود قبلہ رو ہوکر دستہائے مبارک اور قدمہائے ناز کو سیدھا کرلیا اب آواز دھیرے دھیرے مدھم ہونے لگی شہزادگان نے کان لگا کر سنا تو زبان پر کلمہ طیبہ جاری تھا دفعتاً سینہ اقدس پر نور کا لمعہ محسوس ہوا اور ۱۲/بجکر ۲۰/منٹ پر اہل سنت کا یہ سالار اپنے خالق حقیقی سے جاملا اناللہ وانا الیہ راجعون آپ کی تدفین جامعہ نعیمیہ کی مسجد کے بائیں گوشہ میں کی گئی آج بھی آپ سے اکتساب فیض کا سلسلہ جاری ہے اور تا قیامت جاری وساری رہے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ آپ کے فیوض و برکات سے ہم سب کو مالا مال فرمائے اور آپ کا علمی فیضان ہم تمام مسلمانان اہل سنت پر جاری وساری فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

□□□

# گناہِ کبیرہ اور اس کے اثرات

از: محمد عاصم رضا قادری، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

قال اللہ تعالیٰ:

"قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔"

ترجمہ: تم فرماؤ میرے رب نے تو بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی اور گناہ اور ناحق زیادتی اور یہ کہ اللہ کا شریک کرو جس کی اس نے سند نہ اتاری اور یہ کہ اللہ پر وہ بات کہو جس کا علم نہیں رکھتے۔

(کنزالایمان)

اس آیت کریمہ میں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے چونکہ یہ احکام مخلوق کو حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ذریعے پہنچے نیز شرعی احکام پر عمل تب ہی باعث ثواب ہے جبکہ حضور کی پیروی کے ماتحت ہو اس وجہ سے انہیں "قُلْ" سے شروع فرمایا گیا۔

عربی میں "اِنَّمَا" کا لفظ حصر کے لئے آتا ہے اور یہاں حصر سے مراد یا تو وہ حصر اضافی ہے یا حصر حقیقی جس میں سارے گناہ اور سارے محرمات داخل ہیں۔ اب رہا سوال کہ کس پر حرام فرمائیں؟ تو اس میں **تین احتمالات** ہیں:

**اول:** مجھ پر حرام فرمائیں یعنی ازل سے رب نے مجھے شرعی احکام سکھادیے، اسی لئے میں اول پیدائش سے تمام حرام چیزوں سے بچا۔

**دوم:** یہ کہ سب مسلمانوں پر حرام فرمائیں، کوئی مسلمان کسی درجہ پر پہنچ کر احکام شرعیہ سے الگ نہیں ہوسکتا جیسے سورج کی روشنی اور غذا کی حاجت ہر شخص کو ہے ایسے ہی شرعی احکام کی پابندی سب پر لازم ہے۔

**سوم:** یہ کہ سارے انسانوں پر حرام فرمائیں۔ لہٰذا آخرت کی سزا و جزا کے لحاظ سے مومن و کافر پر یہ چیزیں حرام ہیں۔

"رَبِّیْ" فرما کر یہ بتایا کہ جیسے ماں باپ بچے کے ظاہری مربی ہیں کہ وہ بچہ کو مضر چیزوں سے بچاتے اور مفید چیزیں استعمال کراتے ہیں، بچہ سمجھے یا نہ سمجھے یوں ہی رب تعالیٰ حقیقی رب ہے، وہ اپنے بندوں کو بُری چیزوں سے بچاتا ہے، انہیں حرام فرمادیتا ہے، اچھی چیزیں حلال کرتا ہے اور یہ بھی اس کی ربوبیت کا ظہور ہے۔

**"فواحش"** جمع ہے فاحشہ کی جس کا مادہ ہے فحش بمعنی حد سے بڑھ جانا، اسی سے ہے مباشرۃ فاحشہ اور غبن فاحش، یعنی بہت زیادہ نقصان۔ فاحشہ کیا چیز ہے اور ماظہر سے کیا مراد ہے اور مابطن سے کیا مراد ہے؟ اس میں مفسرین کرام کے **چند اقوال** ہیں:

**اول:** فاحشہ وہ گناہ ہے جسے عقل بھی بُرا سمجھے اور اس کی بُرائی حد سے زیادہ ہو جیسے زنا اور دوسری بدکاریاں، ان کا علانیہ کرنا ما ظہر ہے جیسے بدکار عورتوں کا برسر بازار بیٹھ کر لوگوں کو دعوت زنا دینا۔ اور خفیہ کرنا ما بطن ہے جیسے اجنبی عورتوں سے خفیہ ناجائز تعلقات۔

**دوم:** فاحشہ کبیرہ گناہ ہے، جو علانیہ کیا جائے وہ ماظہر ہے اور جو خفیہ کیا جائے وہ مابطن ہے۔

**سوم:** فاحشہ وہ گناہ ہے جس میں شرعی سزا (حد) لازم ہو، یہ دو قسم کا ہے: علانیہ اور خفیہ۔

**چہارم:** فاحشہ صرف زنا کو کہتے ہیں، زنا کی دو صورتیں

ہیں: علانیہ اور خفیہ یارانہ طور پر۔

رب تبارک وتعالیٰ نے زنا کے متعلق فرمایا:

"وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا"

وہ اوپر والی آیت اس کی تفسیر ہے۔(خازن کبیر وغیرہ)

چونکہ علانیہ گناہ بدتر ہے خفیہ گناہ سے کیونکہ علانیہ گناہ میں رب کی بارگاہ کا مجرم ہونے کے ساتھ ساتھ رب کے بندوں کو اس گناہ پر گواہ بنانا بھی ہے اور خفیہ گناہ میں رب تعالیٰ کی بارگاہ کا مجرم تو ہے مگر اس میں رب کے بندوں کو گواہ بنانا نہیں ہے اس لئے یہاں ما ظہر کا ذکر پہلے فرمایا گیا اور ما بطن کا ذکر بعد میں۔

"والاثم" یہ لفظ معطوف ہے "فواحش" پر اور "حرّم" کا مفعول بہ ہے جیسے فواحش کی تفسیر میں چند اقوال ہیں ایسے ہی "اثم" کی تفسیر میں بھی چند اقوال ہیں:

(۱) اثم وہ گناہ ہے جو شرعاً تو گناہ ہو مگر عقل اسے بُرا نہ سمجھے جیسے جوا، سود وغیرہ۔ (۲) اثم ہر صغیرہ گناہ ہے۔ (۳) اثم وہ گناہ ہے جس پر شرعی سزا (حد) واجب نہ ہو۔ (۴) اثم ہر گناہ ہے، صغیرہ ہو یا کبیرہ۔

بہرحال فاحشہ اور اثم کی بہت تفسیریں ہیں۔ خیال رہے کہ ہر صغیرہ گناہ ہمیشگی سے کبیرہ بن جاتا ہے، کبھی ایک گناہ صغیرہ بڑے گناہ کا ذریعہ بن جاتا ہے، ان وجوہ سے اثم یعنی گناہ صغیرہ کے لئے "حرّم" ارشاد ہوا۔

بہرحال اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو شرک کرنے، جھوٹی بات رب تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے، ظلم و زیادتی کرنے اور کھلے چھپے طور پر بے حیائی کرنے سے منع کیا ہے اور اس کے بعد والی آیت میں موت کو یاد دلایا ہے کہ عمر کو غنیمت جانو اور نیکی میں کوشش کرو، ایسا نہ ہو کہ بعد میں کف افسوس ملنا پڑے۔

امام محمد بن احمد ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب "کتاب الکبائر" میں ستر (۷۰) گناہ کبیرہ کا ذکر فرمایا ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) اللہ کے ساتھ شریک کرنا۔ (۲) انسانی قتل۔ (۳) جادوگری۔ (۴) نماز نہ پڑھنا۔ (۵) زکوٰۃ ادا نہ کرنا۔ (۶) بلا عذر رمضان المبارک کا روزہ چھوڑنا۔ (۷) طاقت کے باوجود حج نہ کرنا۔ (۸) والدین کی نافرمانی کرنا۔ (۹) رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا۔ (۱۰) زنا کاری۔ (۱۱) بدفعلی۔ (۱۲) سود خوری۔ (۱۳) یتیم کا مال کھانا اور اس پر ظلم کرنا۔ (۱۴) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر جھوٹ باندھنا۔ (۱۵) میدان جنگ سے بھاگنا۔ (۱۶) حاکم کی بد دیانتی اور رعایا پر ظلم کرنا۔ (۱۷) تکبر کرنا۔ (۱۸) جھوٹی گواہی۔ (۱۹) شراب نوشی۔ (۲۰) جوا بازی۔ (۲۱) پاک دامن پر الزام لگانا۔ (۲۲) مال غنیمت میں خیانت کرنا۔ (۲۳) چوری کرنا۔ (۲۴) ڈاکہ زنی۔ (۲۵) جھوٹی قسم۔ (۲۶) ظلم کرنا۔ (۲۷) ٹیکس لینے والا۔ (۲۸) حرام خوری۔ (۲۹) خودکشی۔ (۳۰) جھوٹ کی کثرت۔ (۳۱) بُرا قاضی۔ (۳۲) حاکموں کا رشوت لینا۔ (۳۳) مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے کا انداز اختیار کرنا۔ (۳۴) دیوث اور فتنہ پرور۔ (۳۵) حلالہ کرنے والا اور جس کے لئے حلالہ کیا گیا۔ (۳۶) پیشاب سے نہ بچنا اور یہ عیسائیوں کی نشانی ہے۔ (۳۷) ریاکاری۔ (۳۸) دنیا کے لئے حصول علم نیز علم کو چھپانا۔ (۳۹) خیانت کرنا۔ (۴۰) بہت احسان جتانے والا۔ (۴۱) تقدیر کو جھٹلانا۔ (۴۲) لوگوں کی پوشیدہ باتیں سننا۔ (۴۳) چغلی کھانا۔ (۴۴) لعنت بھیجنا۔ (۴۵) دھوکہ دینا اور وعدہ پورا نہ کرنا۔ (۴۶) نجومیوں اور کاہنوں سے تصدیق کرنا۔ (۴۷) عورت کا اپنے خاوند کی نافرمانی کرنا۔ (۴۸) تصویر بنانا۔ (۴۹) ماتم کرنا۔

(۵۰) بغاوت وسرکشی۔ (۵۱) کمزور غلام، لونڈی، بیوی اور جانوروں پر ظلم وزیادتی کرنا۔ (۵۲) پڑوسی کو اذیت پہنچانا۔ (۵۳) مسلمانوں کو اذیت پہنچانا اور گالی گلوچ کرنا۔ (۵۴) لوگوں کو اذیت دینا اور ان پر ظلم کرنا۔ (۵۵) تہبند اور شلوار وغیرہ کو تکبر کے طور پر لٹکانا۔ (۵۶) مردوں کا ریشم اور سونا پہننا۔ (۵۷) غلام کا بھاگ جانا۔ (۵۸) غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا۔ (۵۹) جان بوجھ کر اپنے آپ کو باپ کے علاوہ کی طرف منسوب کرنا۔ (۶۰) بحث اور تنقید۔ (۶۱) زائد پانی روکنا۔ (۶۲) ناپ تول میں کمی کرنا۔ (۶۳) اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بےخوف ہونا۔ (۶۴) اولیائے کرام کو گالی دینا۔ (۶۵) کسی عذر کے بغیر باجماعت نماز کو چھوڑنا۔ (۶۶) جمعہ اور جماعت کی نماز مسلسل چھوڑنا۔ (۶۷) وصیت میں کسی کو نقصان پہنچانا۔ (۶۸) مکروفریب اور دھوکہ دہی۔ (۶۹) مسلمانوں کی جاسوسی کرنا۔ (۷۰) صحابہ کرام کو گالی دینا۔

ان کے علاوہ بھی بہت سے گناہ کبیرہ ہیں (بلکہ ناچیز کے نزدیک ہر وہ کام جس کی وجہ سے بلاوجہ کسی انسان کا دل دُکھے وہ گناہ کبیرہ ہے۔) یہاں جتنے گناہوں کا ذکر ہوا ان میں اکبرالکبائر شرک وکفر ہے، بغیر توبہ کے جس کی بخشش بھی نہیں اور دیگر گناہ کو اللہ تعالیٰ بلاتوبہ اپنے فضل سے یا بعد سزا معاف فرمانے والا ہے۔ اس کے علاوہ قباحت وشناعت کے اعتبار سے سخت تر گناہ بے حیائی اور تصویر کشی ہے۔ تصویر کشی میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور فرشتوں کی ناراضی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے:

"ان البیت الذی فیه الصورة لا تدخله الملائکة متفق علیه" (مشکوٰۃ شریف، ص ۳۹۵)

اللہ تعالیٰ قیامت میں اس بندے سے فرمائے گا اس میں روح ڈال، ڈال نہ سکے گا اور بدلے میں عذاب میں ڈالا جائے گا۔

بے حیائی وہ سخت تر گناہ ہے جس میں اللہ و رسول کی ناراضی اور جس میں فضل الٰہی اور فیضان نبوی سے محرومی ہے، شیطان کی پیروی اور خناس کی خوشنودی ہے، لوگوں کی نظر میں ذلت وخواری اور مقاصد سے دوری ہے لیکن مسلمانوں میں تصویر کشی اور ویڈیوگرافی بالخصوص شادی کے موقع پر وہ دھن سوار ہے کہ زنان ومردان آمد، کھانا، نکاح، رخصتی تک کی ویڈیو بنائی جاتی ہے اور اس میں دوسروں کو گناہ کی دعوت دینا، شریک کرنا اور اس قبیح گناہ پر دوسروں کو گواہ بنانا ہے۔

اللہ تعالیٰ توفیق بخشے، مسلمانوں کو چاہئے کہ رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرے اور ذلت وخواری کا طوق اپنے گلے سے اتار پھینکے، اسی میں ہماری بھلائی اور دنیا وآخرت کی کامیابی ہے۔ "وَمَن يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا"

□□□

جھوٹے انسان کی بلند آواز سچے انسان کو خاموش کرا دیتی ہے۔
جبکہ سچے انسان کی خاموشی جھوٹے انسان کی بنیاد ہلا دیتی ہے!

# حیاتِ حضور تاج الشریعہ کے چند سبق آموز گوشے

از: عاشق حسین کشمیری، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات گرامی ہم مسلمانان اہل سنت کے لئے اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت تھی، آپ نے اپنی زندگی تعلیم، تدریس، تبلیغ دین اور دعوت و ارشاد کے لئے وقف کی تھی، آپ اپنی گفتار اور کردار سے تو لوگوں کو دینی و علمی فائدہ پہنچاتے ہی تھے، جب خاموش بھی رہتے تب بھی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے کچھ نہ کچھ ضرور حاصل کر لیتے۔

یوں تو آپ کی زندگی کا ہر ہر لمحہ سبق آموز تھا جس کو بیان کرنے اور صفحہ قرطاس پر لانے کے لئے وقت اور دفتر دونوں درکار ہیں مگر "مالا یدرک کلہ لا یترک قلہ" کے تحت میں دو چار گوشے ذکر کروں گا جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ آپ کا وجود ہمارے لئے کتنا مبارک و مسعود تھا اور آپ ہمارے لئے کتنے بیش قیمت اور اہمیت کے حامل تھے۔

## (۱) جامعہ ازہر مصر میں:

یہ آپ کی زندگی کا وہ گوشہ ہے جب آپ کے والدِ محترم نے اعلیٰ تعلیم کے لئے جامعہ ازہر مصر بھیج دیا، جامعہ ازہر پہنچ کر آپ ہمہ تن علم حاصل کرنے میں مشغول ہوئے، ابھی آپ کو تھوڑا سا ہی عرصہ ہوا تھا کہ والدِ محترم کے وصال کی خبر پہنچی، جس والد گرامی نے آپ کی تعلیم و تربیت میں کوئی کمی نہیں کی تھی، آپ کو بچپن ہی سے دینی طرز زندگی کا عادی بنایا تھا، رضا مسجد سوداگران کی امامت و خطابت کے فرائض سونپ کر نماز باجماعت کا پابند بنایا تھا (جس کا اثر پوری زندگی رہا)، اس والد گرامی کے وصال کی خبر کا بہت زیادہ باعث رنج و غم ہونا یقینی تھا۔ مگر اس موقع پر بھی آپ نے ثابت قدمی کا مظاہرہ فرمایا اور اپنی تعلیم جاری رکھی اور جب تعلیم مکمل کر کے گھر لوٹے تو اس شان سے لوٹے کہ کپڑے اور بہت سارا ضروری سامان وہیں چھوڑ کر اُن کی جگہ دینی کتابیں اپنے بکس میں بھر کر لائے تھے، گویا آپ کی روح کے ساتھ ساتھ آپ کا جسم بھی علمی خزانہ لے کر لوٹ رہا تھا۔

عزیزوں کے انتقال سے جو صدمہ پہنچتا ہے وہ اچھے اچھوں کے قدم ڈگمگا دیتا ہے، حضرت کو بھی اپنے شفیق والد کے انتقال سے دُکھ ہوا بلکہ گہرا صدمہ پہنچا جیسا کہ اپنی ایک نظم کے ذریعہ آپ نے اس کا اظہار بھی فرمایا، مگر اس تکلیف نے آپ کو اپنا دینی مقصد پورا کرنے سے نہیں روکا اور یہی اللہ والوں کی اور علماء ربانیین کی شان ہوتی ہے۔ میں نے کئی علمائے ربانیین کے بارے میں پڑھا کہ ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے عزیزوں نے جن میں ان کے بچے تک شامل تھے، دم توڑا مگر اس کے باوجود وہ ثابت قدم رہے اور ایسی علمی یادگاریں چھوڑیں جن سے آج تک فیض بٹ رہا ہے۔

## (۲) دار العلوم منظر اسلام میں:

گھر لوٹنے کے بعد آپ کا زبردست استقبال ہوا اور آپ کو دار العلوم منظر اسلام کے تعلیمی فرائض سونپ دیے گئے جو آپ بحسن وخوبی انجام دینے لگے، تدریسی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ آپ نے مقالہ نگاری اور فتویٰ نویسی وغیرہ بھی شروع کی جس سے عوام وعلماء میں آپ کی مقبولیت بڑھنے لگی اور آپ کے حاسدین پیدا ہونا شروع ہوئے۔ جنھوں نے کچھ ہی دنوں میں آپ کی بڑھتی مقبولیت دیکھ کر اپنا رنگ دِکھانا شروع کر دیا اور آپ کو بدنام کرنے، نیچا دِکھانے اور لوگوں کی نظروں سے آپ کو گرانے کی ہر ممکن کوشش کرنے لگے اور طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگے۔ مگر چونکہ آپ کے والد نے

آپ کی تربیت اس طور پر کی ہی نہیں تھی کہ آپ اپنی زندگی لڑائی جھگڑے میں ضائع کرتے، بلکہ انہوں نے تو آپ کو علم و عمل سے مزین کرکے دین کی خدمت کے لئے تیار کیا تھا، اس لئے آپ نے صبر و رضا کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی کسی بھی بات کا بھی جواب نہیں دیا اور لڑائی جھگڑوں سے دور رہنے کے لئے آپ نے گھر پر ہی تدریس و تحریر اور افتاء کا کام شروع کر دیا۔

آپ کے صبر و رضا کا انعام اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ دیا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ایک طرف آپ کی بافیض بارگاہ میں طلبہ علم کا ازدحام اور دوسری طرف فتویٰ پوچھنے والوں کی بھیڑ ہونے لگی اور پھر جب آپ نے دیگر علاقوں کے تبلیغی دورے شروع کیے تو لوگوں نے آپ کے لئے پلکیں بچھا دیں اور ہر طرف آپ کی مقبولیت اور شہرت ہوگئی جو نہ صرف ہندوستان تک محدود رہی بلکہ ہندوستان سے باہر عربی اور انگریزی ممالک میں بھی پھیلی، ہند و بیرون ہند کے دور دراز علاقوں سے لوگ آپ کی بارگاہ کا قصد کرنے لگے اور اس طرح آپ مرجع عوام وخواص بن گئے، آپ کا قائم کیا ہوا مرکزی دار الافتاء معتبر ترین دار الافتاء بن گیا، آپ کا قائم کیا ہوا مدرسہ جامعۃ الرضا صف اول کا مدرسہ بن گیا وغیرہ وغیرہ۔ اور سوداگران کی گلیوں میں آپ کے عقیدت مند ہی عقیدت مند نظر آتے۔

جب بادِ مخالفت چلتی ہے اور لوگ درپے آزار ہوتے ہیں تو شریف سے شریف طبیعت رکھنے والوں سے بھی صبر کا دامن چھوٹ جاتا ہے اور وہ بھی ردّعمل پر مجبور ہو جاتے ہیں مگر دینی رنگ میں رنگی ہوئی اس شخصیت نے ایسی حالت میں صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور کسی کے ردّعمل کا اظہار نہیں فرمایا، بلکہ دینی خدمت میں مشغول رہ کر اپنے سارے مخالفین کو اپنے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیا۔

## (۳) آنکھوں سے معذوری کا مرحلہ:

آپ تدریس، تحریر، تقریر، تبلیغ، افتاء، دعوت و ارشاد کے ذریعہ دینی خدمت میں مصروف تھے کہ اچانک آپ کی آنکھوں میں تکلیف شروع ہوئی جو دن بدن بڑھتی گئی اور آخر کار آپریشن کی نوبت آگئی، آپریشن کے کچھ وقت بعد تک معاملہ صحیح رہا مگر پھر پروردگار کی مشیت سے آپ کی ظاہری بینائی چلی گئی اور آپ دیکھنے اور خود کچھ لکھنے پڑھنے سے معذور ہوئے مگر آپ کا ذوق وشوق کم نہیں ہوا، آپ اپنے فیض یافتہ علمائے کرام سے کتابیں پڑھوا کر سنتے اور کچھ نہ کچھ املاء کرواتے۔ یہ وہ وقت تھا جب میں درس نظامیہ سے فراغت پا کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ حاضری کے کچھ دن بعد مجھے بھی حضرت کے پاس عبارت خوانی کا موقع ملا، میں نے حضرت کو ایک کتاب سے کچھ پڑھ کر سنایا تو حضرت کو بہت پسند آیا اور پھر حضرت نے مجھے ہی اس کام کے لئے متعین کر لیا اور نئے جوش اور ولولے کے ساتھ اپنا علمی کام شروع کیا جس سے بہت سارے علمی اور تحقیقی رسالے وجود میں آئے اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے بہت سارے رسائل جو اُردو زبان میں تھے، عربی میں ہو کر علمائے عرب تک پہنچے۔

کسی شخص کا کوئی عضو بالخصوص آنکھیں جب معذور ہو جاتی ہیں تو وہ عجیب الجھن میں پڑ جاتا ہے اور اس کی کچھ کرنے کی ہمت اگر ٹوٹتی نہیں تو کم از کم پست ضرور ہو جاتی ہے مگر حضور تاج الشریعہ کو جب آنکھ کی تکلیف ہوئی تو آپ نے نئے جوش و جذبہ کے ساتھ علمی کام شروع کیا جس میں پہلے کی بہ نسبت کافی تیزی تھی۔

## (۴) سخت علالت کا مرحلہ:

زندگی کے آخری چند سالوں میں آپ کو طرح طرح کی بیماریوں نے گھیر لیا تھا مگر آپ کا علمی اور دینی کام کبھی رُکا نہیں، بلکہ بدستور جاری رہا۔ البتہ آخری سال میں آپ کو

زندگی کے سب سے بڑے امتحان سے گزرنا پڑا، آپ کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہوئی جس سے آپ کے جسمانی اعضاء کے ساتھ ساتھ آپ کے ہوش وحواس بھی کافی متاثر ہوئے اور آپ آئی سی یو میں شفٹ کر دیے گئے۔ وہاں پہنچ کر کھانا پینا اور دیگر کام تو آپ کے ذہن میں نہیں آتے مگر نماز، دلائل الخیرات اور قصیدہ بردہ جو آپ کے روز مرہ معمولات میں شامل تھے، برابر یاد رہتے۔ وقت پر نماز ادا ہوتی، دلائل الخیرات شریف سنائی جاتی، قصیدہ بردہ شریف سنایا جاتا جو زندگی کے آخری لمحے تک چلتا رہا۔

جب کوئی شخص بیمار ہوجاتا ہے تو وہ سنن ونوافل ترک کرنے لگتا ہے، بعض تو بیماری کا عذر لے کر فرائض وواجبات میں بھی کوتاہی کرنے لگتے ہیں اور جب اس بیماری میں اضافہ ہوتا ہے یا مزید کچھ بیماریاں لاحق ہوجاتی ہیں تو آدمی پھر تقریباً بالکلیہ فرائض وواجبات کو ترک کر دیتا ہے (حالانکہ فرائض وواجبات سے ہوش سلامت رہنے تک کسی صورت چھٹکارا نہیں) مگر حضور تاج الشریعہ نے اس حال میں بھی فرائض و واجبات بلکہ سنن و مستحبات اور روز مرہ کے معمولات بھی ترک نہیں فرمائے۔

ان گوشوں کو پڑھ کر آپ کو پتہ چل گیا ہوگا کہ حضور تاج الشریعہ کو اپنی زندگی میں کیسے کیسے امتحانات اور آزمائشوں سے گزرنا پڑا اور آپ نے کس خندہ پیشانی سے ان کا سامنا کرتے ہوئے اپنے مشن کو جاری رکھا اور یہی اللہ تعالیٰ کے مقبول اور محبوب بندوں کی نشانی ہوتی ہے کہ ان کے امتحانات لیے جاتے ہیں، آزمائشوں میں مبتلا کیا جاتا ہے مگر وہ صبر ورضا کا پیکر بن کر، استقامت کے پہاڑ بن کر، زبان پر کسی طرح کا شکوۂ رنج و الم لائے بغیر اس امتحان میں کامیابی حاصل کر لیتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے: حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! "ای الناس اشد بلاء؟ قال: الانبیاء ثم الأمثل فالأمثل" یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ سخت آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پھر درجہ بدرجہ مقرب بندوں کی۔ (ترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء)

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی حیات مبارکہ کے یہ فقط چار گوشے میں نے آپ کے سامنے رکھے، ان کے بارے میں اگر آپ سے سوال کروں کہ ان سے آپ کو کچھ سبق ملا؟ کوئی دینی فائدہ حاصل ہوا؟ تو یقیناً آپ کا جواب "ہاں" میں ہوگا۔ آپ کی زندگی تھی ہی ایسی کہ جو بھی نیک نیتی کے ساتھ کچھ حاصل کرنے کے لئے آپ کی بارگاہ میں پہنچتا، اس کو ضرور کچھ نہ کچھ حاصل ہوتا۔ یہ تو زندگی کے صرف چار گوشے میں نے بیان کیے ورنہ آپ کی پوری زندگی لوگوں کو دینی فائدہ اور علمی فیضان پہنچانے میں ہی مصروف رہی۔

مولیٰ تعالیٰ ہمیں حضور تاج الشریعہ کے فیضان سے مالا مال فرمائے اور آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین

□□□

**انسان موت سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، جہنم سے نہیں حالانکہ کوشش کرنے پر جہنم سے بچ سکتا ہے لیکن موت سے کوئی کوشش نہیں بچا سکتی!**

# رسالہ "عطایا القدیر فی حکم التصویر" ایک مطالعہ

از: محمد شاہد رضا علیمی، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کچھ افراد کو ایسی نعمتیں اور کمالات عطا فرماتا ہے جو اپنی وہبی اور کسبی صلاحیتوں کے ذریعہ وہ کارہائے نمایاں انجام دیتے ہیں جن کی وجہ سے وہ اپنے زمانے میں بھی اوروں سے ممتاز ہوجاتے ہیں اور رہتی دنیا تک ان کا چرچا زبان زد عام و خاص رہتا ہے۔ تیرہویں صدی کے آخر اور چودہویں صدی کے نصف اول میں جن علمائے کرام اور مردانِ حق شناس نے نت نئے فتنوں کا سامنا کیا اور باطل قوتوں کی سرکوبی کرکے پرچم حق کو بلند کیا اور الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی عملی تفسیر بن کر لسان وقلم کا استعمال صرف احقاق حق وابطال باطل کے لئے کیا اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو اپنا شیوہ بنایا، ان میں سرفہرست نام امام اہل سنت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کا ہے۔

امام اہل سنت کے اس دور میں فتنوں کا طوفان کھڑا تھا، اسلام دشمن طاقتوں کی شہ پر نام نہاد کلمہ گویان اسلام اپنے باطل افکار ونظریات کے ذریعہ تفریق بین المسلمین کی مہم چلا رہے تھے، سادہ لوح مسلمانوں کو راہ راست سے منحرف کرنے کے لئے ہر طرح کے حربے استعمال کر رہے تھے، سنتوں کے نشانات مٹائے جارہے تھے، بدعات وضلالات کو رواج دیا جارہا تھا، کھلے عام شانِ الوہیت اور شانِ رسالت میں گستاخیاں کی جارہی تھیں۔

ایسے پُرفتن دور میں امت مسلمہ کو ضرورت تھی ایک ایسے مجدد کی جو امت کے لئے تجدید دین واحیائے سنت کرے اور خرافات و بدعات کا سد باب کرکے سنتوں کو عام کرے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی حیات اور کارناموں کا جائزہ لیا جائے تو پوری زندگی خدمت دین اور احقاق حق و ابطال باطل کا نمونہ نظر آتی ہے، قادیانیت، وہابیت، دیوبندیت، غیر مقلدیت، رافضیت اور باطل فرقے اور اسلام مخالف تحریکوں کے خلاف زبان وقلم کے ذریعہ علم جہاد بلند کیا، مذہب حق کا بول بالا کیا، باطل کی سرکوبی کی نیز اہل سنت و جماعت میں رائج ہونے والی شی مذموم اور خلاف سنت ومخالف شریعت ہر امر قبیح کا رد بلیغ فرما کرامت مسلمہ کی اصلاح کی۔

زیر مطالعہ رسالہ "عطایا القدیر فی حکم التصویر" (تاریخی نام ۱۳۳۱ھ) فتاویٰ رضویہ سولہویں جلد (مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، بریلی شریف) کے صفحہ ۶۶۹ سے ۶۹۹ تک ۳۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ رسالہ اس وقت معرض وجود میں آیا جب احمد آباد کے مولوی عبد الرحیم صاحب نے سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خانقاہ کے سجادہ نشین حضرت پیر ابراہیم بغدادی کی تصویر کے سلسلے میں سوال کیا تھا کہ لوگ ان کی تصویروں کو مکانوں میں تبرک کے طور پر رکھتے ہیں، یہ سوال ۴/ اجزاء پر مشتمل تھا۔

(۱) اس تصویر کا مکانوں میں رکھنا حرام ہے یا نہیں؟

(۲) جن مکانوں میں یہ فوٹو ہوگا، ان میں رحمت کے فرشتے آئیں گے یا نہیں؟

(۳) اس فوٹو کے رکھنے سے برکت نازل ہوگی یا نہیں؟

(۴) برزخ شیخ جمانے کے لئے فوٹو کو سامنے رکھ کر اس کا برزخ جمانا شریعت وطریقت میں جائز ہے یا نہیں؟

یہ سوالات بہت اہم تھے، ان کے جوابات میں تاخیر سے یہ مفاسد اس طرح مضبوط ہو جاتے کہ ان کی بیخ کنی بہت مشکل ہو جاتی۔ لہٰذا فوراً ہی سوالات کا شافی و وافی دلائل و براہین سے مزین جواب تحریر فرما کر ان مفاسد کا رد بلیغ کیا۔

خطبہ کے بعد جواب کی ابتدا تصویر رکھنے کے ہولناک انجام سے کرتے ہوئے فرمایا: دنیا میں بت پرستی کی ابتداء یوں ہی ہوئی کہ صالحین کی محبت میں ان کی تصویریں بنا کر گھروں اور مسجدوں میں تبرکا رکھیں اور ان سے لذت عبادت کی تائید سمجھی، شدہ شدہ وہی معبود ہو گئیں۔ صحیحین کی روایت سے اسے مبرہن کیا۔

سوال چونکہ ایک عظیم خانقاہ کے سجادہ نشیں کی تصویر کو گھروں میں رکھنے کے تعلق سے تھا لہٰذا صراحت فرمادی کہ اس میں کسی معظم دینی کی تصویر ہونا نہ عذر ہو سکتا ہے نہ اس وبال عظیم سے بچا سکتا ہے بلکہ معظم دینی کی تصویر زیادہ موجب وبال و نکال ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے گی اور تصویر ذی روح کی تعظیم خاصی بت پرستی کی صورت اور گویا ملت اسلامی سے صریح مخالفت ہے۔

امام اہل سنت نے درمختار کی عبارت سے پیدا ہونے والے شبہ کا بھی ازالہ فرما دیا، پہلے شبہ ذکر کیا: ہاں بادی النظر میں یہاں یہ شبہ گزر سکتا ہے کہ صاحبزادہ موصوف کی یہ تصویر صرف سینے تک ہے اور انسان اتنے جسم سے زندہ نہیں رہتا اور درمختار میں ہے کہ جب تصویر سے وہ عضو محو کر دیا جائے جس کے بغیر حیات نہ ہو تو وہ ممانعت سے مستثنیٰ ہے۔

حیث قال: "او کانت صغیرة لا تتبین تفاصیل اعضائها للناظر قائما هی علی الارض ذکره الحلبی او مقطوعة الراس او الوجه او ممحوة عضو لا تعیش بدونه او لغیر ذی روح لا یکره"۔

جواب میں سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: یہاں یہ قول اس کا ہو سکتا ہے جس نے خدمت فقہ و حدیث نہ کی، نہ اسے مقاصد شرع پر نظر ملی۔ اولاً مقام تنقیح میں سرے سے یہ عبادت "در" ہی محل نظر ہے۔ فقیر نے جس قدر کتب فقہیہ، متون و شروح و فتویٰ حاضر ہیں سب کی طرف مراجعت کی، بیان حکم میں اس کی تعمیم میں درمختار کا سلف نہ پایا اور صراحت فرمادی کہ چہرہ موجود ہے تو اس پر تصویر کا حکم نافذ ہوگا اور رأس یعنی سر کا اطلاق اکثر چہرہ پر ہوتا ہے۔ دیگر اعضاء وجہ و رأس کے معنی میں نہیں، اگرچہ مدار حیات ہونے میں مماثل ہوں کہ چہرہ ہی تصویر جاندار میں اصل ہے۔ ولہٰذا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کا نام تصویر رکھا اور شک نہیں کہ فقط چہرہ کو تصویر کہنے اور بنانے والے بارہا اسی پر اقتصار کرتے ہیں، ملوک نصاریٰ کہ سکہ میں اپنی تصویر چاہتے ہیں اکثر چہرہ تک رکھتے ہیں اور بے شک عامہ مقاصد تصویر چہرہ سے حاصل ہوتے ہیں **وانما الشیء بمقاصده**۔ امام اجل ابو جعفر طحاوی حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی: "**قال الصورة الرأس فکل شیء لیس له رأس فلیس بصورة**"

تصویر ممنوع میں کراہت نماز و حکم ممانعت کی علت مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے مشابہت عبادت صنم بتائی لیکن بعض فقہاء نے صرف امتناع ملائکہ کے علت ہونے کا استظہار اور تشبہ پر مدار سے انکار فرمایا، ہاں اسے موجب زیادت کراہت بتایا، بعض نے دونوں کو علت قرار دیا، بعض نے تشبیہ اور تعظیم کو علت قرار دیا، بعض نے تشبیہ و تعظیم دونوں کو بعض صورتوں میں منتفی مان کر کراہت کو ثابت مانا۔

امام اہل سنت نے اختلافات میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ بظاہر اختلاف ہے حقیقۃً کوئی اختلاف نہیں، فرماتے ہیں: افادات مشائخ کرام کہ ہدایہ و اتباع ہدایہ میں مذکور

ہوئے ضرور حق وصحیح اور ہر غبار سے پاک ونجیح ہیں، بے شک سوا تشبہ کے کچھ علت نہیں اور بے شک تعظیم علت ہے، اور بے شک امتناع ملائکہ علت ہے، متاخرین کے اختلافات و ترددات کا منشا ان امور ثلاثہ میں تفارق سمجھنا ہے حالانکہ ان میں باہم تلازم ہے، تشبہ عبادت بے تعظیم ناممکن ہونا تو بدیہی کہ عبادت غایت تعظیم ہے، جہاں اصلا کسی طرح شائبہ تعظیم نہ ہو وہاں شبہ عبادت کیا معنی؟ ولہذا اگر بساط مفروش میں تصویر ہو اور وہ بساط جانماز نہ ہو نہ مصلی تصویر پر سجدہ کرے تو ہمارے ائمہ کے اجماع سے اصلاً کراہت نہیں کہ اب کوئی وجہ تعظیم نہ پائی گئی کہ تشبہ عبادت کہ یہی علت تھا متحقق نہ ہوا۔

یوں ہی تعظیم تصویر تشبہ عبادت کو مستلزم کہ تعیم دونوں کو جامع ہے، جب اس کا درجہ اعلیٰ عبادت ہے ادنیٰ میں اس سے مشابہت ہے تو ظاہر ہوا کہ تینوں علتیں متلازم ہیں اور تینوں سے تعلیل صحیح ہے اور ان میں سے ہر ایک میں حصر بھی کرسکتے ہیں اور مغز تحقیق یہ ہے کہ اصل علت تعظیم ہے، تعظیم ہی سے تشبہ پیدا ہوتا ہے اور تعظیم ہی سے ملائکہ رحمت نہیں آتے، ولہذا اہانت کی صورتیں جائز رکھی گئیں کہ فرش میں ہوں جن پر بیٹھیں، کھڑے ہوں، پاؤں رکھیں۔

پھر امام اہل سنت نے بہت سی کتب فقہیہ سے ان صورتوں کو بیان کیا ہے جن میں تصویر کی اہانت کے سبب نماز میں کوئی کراہت نہ آئے گی اور نہ دخول ملائکہ سے مانع لیکن بنانا اور بنوانا ناجائز وحرام ہی رہے گا، پھر سیدی اعلیٰ حضرت نے ایک ضابطہ بیان کیا کہ جب علت کراہت تشبہ عبادت ہے، خاص ہو یا عام تو ضرور ہے کہ وہ "تصویر ما یعبدہ المشرکون" کی جنس سے ہو۔ پھر اس پر اعتراض وارد کرکے "ما یعبدہ المشرکون" کا صحیح معنی اور اس کا مطلب بیان کیا۔

کیا فرق ہے کہ زید وبکر کی تصویر گھر میں بے اہانت رکھنا حرام اور مانع ملائکہ رحمت علیہم الصلاۃ والسلام حالانکہ نہ مشرکین زید وبکر کو پوجتے ہیں نہ ان کی تصویر کو اور گائے کا گھر میں بے اہانت رکھنا جائز حالانکہ وہ خود ان کی معبودہ باطلہ ہے۔

تو اس کا صحیح معنی ومناط تصویر کا معنی وثن میں ہونا ہے جیسا کہ محقق فتح نے اشارہ فرمایا۔ حیث قال: "**کما تقدم لیس لھا حکم الوثن فلا تکرہ فی البیت**" ولہذا صورت حیوانیہ کی تخصیص ہوئی کہ غیر حیوان کی تصویر بت نہیں، بت ایک صورت حیوانیہ مضاہات خلق اللہ میں بنائی جاتی ہے تاکہ ذوالصورت کے لئے مرأت ملاحظہ ہو اور نہیں کہ ہر حیوانی تصویر مجسم خواہ مسطح کپڑے پر ہو یا کاغذ پر دستی ہو یا عکسی اس معنی میں داخل ہے تو سب معنی بت میں ہیں اور بت اللہ عزوجل کا مبغوض ہے تو جو کچھ اس کے معنی میں ہے اس کا بلا اہانت گھر میں رکھنا حرام اور موجب نفرت ملائکہ کرام علیہم الصلاۃ والسلام۔

امام اہل سنت نے گھروں میں تصویر رکھنے کی چار صورتیں حکم کے ساتھ بیان فرمائیں:

(۱) تصویر کی توہین مثلا فرش یا انداز میں ہونا کہ اس پر چلیں، پاؤں رکھیں یہ جائز ہے اور مانع ملائکہ نہیں اگرچہ بنانا بنوانا ایسی تصویروں کا بھی حرام ہے۔

(۲) جس چیز میں تصویر ہو اسے بلا اہانت رکھنا مگر وہ ترک اہانت بوجہ تصویر نہ ہو بلکہ اور سبب سے ہو جیسے روپے کو سنبھال کر رکھنا، یہ بحال ضرورت جائز ہے۔

(۳) ترک اہانت بوجہ تصویر ہی ہو مگر تصویر کی خاص تعظیم مقصود نہ ہو جیسے جہال زینت وآرائش کے خیال سے دیواروں پر تصویریں لگاتے ہیں، یہ حرام ہے اور مانع ملائکہ علیہم الصلاۃ والسلام کہ خود صورت ہی کا اکرام مقصود ہوا اگرچہ اسے معظم وقابل احترام نہ مانا۔

(۴) صرف ترک اہانت ہو بلکہ بالقصد تصویر کی عظمت

حرمت کرنا، اسے معظم دینی سمجھنا، اسے تعظیماً بوسہ دینا، سر پر رکھنا، آنکھوں سے لگانا، اس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا، اس کے لائے جانے پر قیام کرنا، اسے دیکھ کر سر جھکانا وغیر ذلک افعال تعظیم بجالانا، یہ سب سے اخبث اور قطعاً یقیناً اجماعاً اشد حرام وسخت کبیرہ ملعونہ ہے اور صریح کھلی بت پرستی سے ایک ہی قدم پیچھے ہے، اسے کوئی مسلمان کسی حال میں حلال نہیں کہہ سکتا، اگرچہ لاکھ مقطوع یا صغیرہ یا مستور ہو، یہ قیدیں سب صورت سوم تک تھیں، قصداً تعظیم تصویر ذی روح کی حرمت شدیدہ عظیمہ میں نہ کوئی تقیید ہے نہ کسی مسلمان کا خلاف متصور بلکہ قریب ہے کہ اس کی حرمت شدیدہ اس ملت حنفیہ کے ضروریات سے ہو تو اس کا استحسان بلکہ صرف استحلال یعنی جائز جاننا ہی سخت امر عظیم کا خطرہ رکھتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

صورت مذکورہ سوال یہی صورت چہارم ہے کہ اسے تبرک کے طور پر رکھنا اس کے سبب نزول برکت جاننا، اسے برزخ ٹھہرانا، رب عزوجل تک وصول کا ذریعہ بنانا یہ سب وہی سخت اشد کبیرہ اور عادۃً اس حالت میں اس کے ساتھ وہی افعال تعظم بجالائیں گے جن کے حلال جاننے پر تجدید اسلام مناسب۔ نسأل اللہ السلامۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

آخر میں امام اہل سنت نے ناواقف افراد کو تنبیہ فرمائی کہ تم سمجھتے ہو کہ سیدی سرکار غوث الاقطاب والا وتاد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہاری اس حرکت سے خوش ہوں گے کہ ان کے صاحبزادہ کی ایسی تعظیم کی حالانکہ سب سے پہلے اس پر سخت ناراض ہونے والے سخت غضب فرمانے والے حضور اقدس ہوں گے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بارگاہِ رب العزت میں دعا ہے کہ اپنے محبوب ﷺ کے طفیل امت مسلمہ سے تصویر کشی کے فتنہ کو دور فرمادے اور ٹی وی، ویڈیو پر آنے والے حضرات کو اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

□□□

راستے پر کنکریاں ہوں تو اچھے جوتے پہن کر چل سکتے ہیں لیکن اگر جوتے کے اندر ایک بھی کنکر ہو تو بہترین سڑک پر چلنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔

ہم باہر کی مشکلات سے نہیں بلکہ اپنے اندر کی کمزوریوں سے ہارتے ہیں!